



حیاء ایمان کی ایک شاخ

قرآنی آیات کے جواب کا حکم

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے

معیاری نصابِ تعلیم کے بنیادی خدوخال

فرض نماز کے بعد پیشانی یا سر پر ہاتھ رکھنا۔۔۔

نبی اور صحابہ سے محبت کا انعام

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟“

وہ بولا کہ کچھ نہیں سوائے یہ کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا:

”تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھے گا۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اسلام لانے کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش نہیں ہوئے جتنا اس حدیث کے سننے سے خوش ہوئے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں قیامت کے دن ان کے ساتھ ہوں گا، گو میں نے ان جیسے اعمال نہیں کئے۔

(صحیح بخاری: 3688، صحیح مسلم: 2639)

AHL US SUNNAH Volume No.7, Issue No.74, January 2018

جلد: ۷
شماره: ۷۴
Rs. 30/- فی شماره
سالانہ - Rs. 300/-

جنوری ۲۰۱۸ء

ماہنامہ

اهل السنة ممبئی

مدیر اعلیٰ: رضاء اللہ عبد الکریم مدنی

مدیر: عبد الشکور عبد الحق مدنی | معاونین: ابوالبیان رفعت سلفی، حافظ اکبر علی سلفی

نائب مدیر: کفایت اللہ سنابلی | فور میٹنگ: شفیق احمد محمد عدیل محمدی

گرافک ڈیزائنر: طارق بن عبد الرحیم شیخ

سی، ای، او: زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

• شیخ محفوظ الرحمن فیضی • دکتور عبید الرحمن مدنی

• شیخ نور الحسن مدنی • شیخ محمد جعفر الہندی

میگزین ممبر شپ رابطہ نمبر:

022-26500400 / 8291063765

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjhan-I, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400058 | Ph.:022-26500400
Website: ahlussunnah.co.in | Email: ahlussunnah@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal
Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road,
Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الاهل السنة

اداریہ	حیاء ایمان کی ایک شاخ	عبد الشکور بن عبد الحق مدنی
عقیدہ و منہج	اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات سے متعلق چند قواعد	اشفاق احمد سنابلی
تحقیق مسائل	قرآنی آیات کے جواب کا حکم (قسط: ۴)	کفایت اللہ سنابلی
محبت رسول	محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے	رضوان اللہ سراجی
یہود کے جرائم	یہودیوں کے جرائم اور ان کا انجام	حافظ خلیل الرحمن سنابلی
مدارس اور نصاب تعلیم	معیاری نصاب تعلیم کے بنیادی خدوخال	جسمل احمد ضمیر
انسانی حقوق	مزدوروں کے حقوق	ابوالبیان رفعت سلفی
تحقیق و تخریج	فرض نماز کے بعد پیشانی یا سر پر ہاتھ رکھنا۔۔۔	حافظ اکبر علی اختر علی سلفی
تحقیق و تخریج	میرا گھر نہیں جل سکتا۔۔۔	حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں



حیاء ایمان کی ایک شاخ

عبدالشکور بن عبدالحق مدنی

ناگواری محسوس کرتا ہے اسے حیا کہتے ہیں۔

یعنی حیا ہماری ایک اندرونی مزاحمت ہے جو ہمیں برے کاموں سے روکتی ہے کیوں کہ وہ برے کام ہمارے نفس کو ناپسند ہوتے ہیں، ہمیں لگتا ہے کہ وہ ہمارے شایان شان نہیں یا یہ کہ لوگ اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ یہ کیفیت ایک فطری کیفیت ہے جو ادیان و مذاہب کی پیداوار نہیں ہے، ہاں البتہ اسلام نے اسے پسند کیا ہے اسکی مدح سرائی کی ہے اسے باقی رکھنے اور پروان چڑھانے کا حکم دیا ہے۔

ایک حدیث میں نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ”ایمان کی لگ بھگ ستر شاخیں ہیں اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔“ (صحیح مسلم: ۳۵) ایک اور مقام پر رسول اکرم ﷺ نے حیا کی اہمیت و فضیلت کو اجاگر کرتے ہوئے اسے اللہ رب العزت کی صفت قرار دیتے ہوئے فرمایا: ”یشک اللہ تعالیٰ (حلیم) ”بردار“، (جی) ”باحیاء“ اور (سیر) ”پردہ پوشی پسند فرمانے والا“ ہے، حیاء اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے۔ (سنن النسائی: ۴۰۶، و صحیحہ الالبانی) بلکہ رسول رحمت نے حیا کو دین اسلام کی اہم خصوصیت بتایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہر دین کا ایک امتیازی اخلاقی وصف ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاقی وصف حیا ہے۔“ (مسند ابن ماجہ: ۳۳۸۹، و حسنہ الالبانی)

ان تمام احادیث کو اس اداریہ کی زینت بنانے کا مقصد یہ ہے کہ آج بے حیائی و بداخلاقی کے دور میں اس عظیم فطری و اسلامی اخلاق کی بقا اور اسے ہمارے معاشرے میں پروان چڑھانے کی انتھک کوششیں کی جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج وہ جاں کنی کے عالم میں ہے، چہار سو سے اس پر یلغار ہے شیطان اور اس کا ٹولہ ہاتھ دھو کے اس

اخلاقیات کے باب میں کچھ باتیں تو اندرونی صفات کا پرتو اور مظہر ہوتی ہیں اور کچھ چیزیں اصول اور بنیادوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جو ہمارے مظاہر اور اعمال و اقوال پر اثر انداز ہوتی ہیں بلکہ وہ ہمارے جملہ اخلاقیات کی مخصوص صورت گری کرتی ہیں۔ انہیں امور میں سے ایک اہم صفت حیا ہے جو انسانی اخلاق کا ایک اہم خاصہ ہے اور شاید کچھ استثناء کے ساتھ یہ ایک ایسا وصف ہے جو حضرت انسان کو حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔

حیا کیا ہے؟ اسکی اہل علم نے بہت سی تعریفات پیش کیں ہیں اسکی عبارتیں متنوع ہیں، الفاظ جدا جدا اور گونا گوں ہیں اور شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان کی اندرونی صفات و کیفیات کو محسوس تو کیا جا سکتا اور اسے کچھ حد تک سمجھا جا سکتا ہے لیکن درحقیقت انسانی محسوسات کو الفاظ میں قید کرنا بہت مشکل اور مشقت آزا ہے اس کے لئے جس ذہنی جتن کی ضرورت ہوتی ہے عموماً انسان اس سے بے بس ہوتا ہے یا دنیاوی مشغولیات کے سبب اسکے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ اسکی گہرائیوں کی پیمائش کرے، یا شاید ہمیں لگتا ہے کہ اس موضوع کی ہماری زندگی میں اتنی اہمیت نہیں یا اسکے مادی فوائد نہیں ہیں۔

بہر حال تقریب فہم کے لئے علمائے کرام نے حیا کی تعریف کی ہے حسب ضرورت ایک تعریف پر اکتفا کرتے ہیں۔ امام بیضاوی (متوفی: ۶۸۵ھ) فرماتے ہیں: ”الحیاء انقباض النفس عن القبیح مخافة الذم“۔ (تفسیر البیضاوی: ۲۵۴/۱-۲۵۵) ہمارا نفس مذمت کے ڈر سے برے کاموں کے انجام دینے سے جو گھٹن و

چاہئے اور جائزہ لینا چاہئے کہ کہیں نادانستگی میں ہم تبلیغ احکام کے نام سے اپنے سماج میں بے حیائی کی تبلیغ کا آلہ کار تو نہیں بن رہے۔ ایک غلط رویہ یہ بھی ہے کہ بعض حضرات جب بے حیائی کا ذکر کرتے ہیں تو یورپ و امریکا میں ہونے والی برائیوں کو بڑے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ یہ حکمت کے خلاف ہے کہ جو برائیاں ہمارے معاشرے میں نہ ہوں اس کو بیان کیا جائے اور اپنے سامعین کو ان سے متعارف کیا جائے کیوں کہ اس سے برائیوں کی قباحت کا احساس کم ہو جاتا ہے اور یہ بھی خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ ہم تو کم برے ہیں ہم تو اچھے ہیں۔ اس سے اپنے اندر کی برائیاں چھوٹی نظر آنے لگتی ہیں۔

اس نکتے کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے طرز بیان کا جائزہ لینا چاہئے کہ کہیں ہم تبلیغ دین کے نام پر بے حیائی کی تبلیغ کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔ ایک دوسرا غلط رویہ جو حیا کے تعلق سے ہمارے اندر پایا جاتا ہے اور جس پر اس سے پہلے بات ہو چکی ہے وہ ہے آپسی مسلکی گفتگو جو سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارم پر ہو رہی ہے اور جس میں شرم و حیا کی تمام حدود کو پھلانگ دیا جاتا ہے اور اسے مسلکی غیرت اور بعض دفعہ دفاع حق سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام فحش گوئی اور فحش تصویریں، میمیز اس نبی پاک کی باحیا تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں جنکے دین کی اصلی صورت کے دفاع کا ہر مسلکی مناظرہ دعویٰ کر رہا ہے۔

ایک تیسرا رویہ جس کا جائزہ لینے اور اسے شرعی حدود و ضوابط میں رکھنے کی ضرورت ہے وہ ہے بعض مدارس اور ”اسلامی اسکول“ میں بڑھتے ہوئے دینی ڈانس پروگرام جس میں کسی اسلامی نشید (گیت) پر بچیاں ایکشن کرتی ہیں اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ دین و دنیا کے کس فائدے کے لئے ہمیں اسکی ضرورت ہے اور فی الحال جو امر تشویش ناک ہے وہ ہے دھیرے دھیرے بڑی بچیوں کی اس میں شرکت اور سب سے بڑی بات علماء کا اس پر خاموش رہنا اور نگہ نہ کرنا۔ یہ چند رویے تھے جو اسلامی حیا کی تعلیمات کے خلاف محسوس ہوئے، ضرورت ہے کہ انکی اصلاح کی جائے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو اسکی توفیق سے نوازے آمین۔

کے پیچھے پڑا ہوا ہے وہ چاہتے ہیں ہر انسانی نفس سے اسے نوج کر کھرچ کر مٹا دیں اور پورا انسانی معاشرہ بے حییت کا شکار ہو جائے۔ ”یتھار جون کما تیتھار ج البھانم“ کے حالات پیدا ہو جائیں۔ سو آج ہمیں انسانی فطرت کے دشمنوں سے ہر د آ زما ہونے کی ضرورت ہے وہیں اس تعلق سے اپنے رویوں پر بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ اور زیر نظر تحریر میں حیا کے بابت ہمارے رویوں پر چند الفاظ رقم کرنے ہیں کیوں کہ یہ رویے اس اخلاقی کشمکش میں ہمارے مطلوب رد عمل کی ترجمانی نہیں کر رہے ہیں اور ان میں اصلاح کی از حد ضرورت ہے۔

ایک رویہ ہمارے بعض خطباء و مقررین اور صاحبانِ دروس کا ہے اور ان سے گفتگو کی ابتدا اس لئے کہ انکی ذمہ داریاں عام لوگوں کی بنسبت زیادہ ہیں۔ کچھ حضرات عام اسٹیج اور مساجد میں جب شرعی مسائل بیان کرتے ہیں تو حیا کے اس اہم اصول کی پاسداری نہیں کرتے۔ اور مخصوص مسائل کو کھلے عام بیان کرتے ہیں اور نوبت بایں جارید کہ کچھ انہیں مزید ار انداز میں اور چٹکھار لیکر بیان کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کسی طور مناسب نہیں۔ خصوصاً جب محفل میں بچے اور خواتین بلکہ نہیں شاید کسی کے سامنے نہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ وَاللّٰہِ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنْ الْحَقِّ (الاحزاب: ۵۳) کہ اللہ رب العزت حق بیان کرنے سے حیا نہیں کرتا ہے۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ دلیل صحیح ہے لیکن استدلال نہیں کیوں کہ بلاشبہ حق بیان کرنے میں شرم نہیں کرنا چاہئے لیکن اس کا محل اور موقع ہوتا ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مخصوص مسائل کو جمعہ کے خطبوں اور عام محفلوں میں بیان نہیں کیا بلکہ ہوتا یہ تھا کہ صحابہ و صحابیات کو مسائل پیش آتے تھے اور وہ نبی کے حضور آتے اور آپ ﷺ ان مسائل کی وضاحت فرماتے، ہاں صحابہ کرام نے امت کی آئندہ نسلوں تک اس علم کو منتقل کرنے کے لئے لوگوں سے اسے بیان کیا ہے لیکن انکا طرز عمل بھی وہی تھا کہ حسب ضرورت اور موقع محل کی مناسبت سے اور مناسب پیرائے میں اسے بیان کیا ہے۔ ہمیں بھی اسکا خیال رکھنا

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات سے متعلق چند قواعد

اشفاق احمد سانجی

پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو۔“

فطری دلیل: سلیم الفطرت طبیعت، اللہ رب العالمین کی محبت و عظمت سے سرشار ہوتی ہے اور ایسا صرف اس ذات کے ساتھ ہو سکتا ہے جسکے بارے میں یقین ہو کہ وہ ایسی صفات کمال سے متصف ہے جو ربوبیت والوہیت کی شایان شان ہیں۔

تمام صفات نقص اللہ رب العالمین کے حق میں ممنوع ہیں۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (الفرقان: ۵۸)
”اس زندہ ذات پر بھروسہ کرو جسے کبھی فنا نہیں ہے۔“

مزید ایک جگہ فرمایا: لَا يَصِلُ رَبِّي وَلَا يَنْسَى
”میرا رب نہ تو گمراہ ہے اور نہ ہی بھولتا ہے۔“ (طہ: ۵۲)
چنانچہ اس طرح کی جتنی بھی صفات نقص ہیں سب اللہ رب العالمین کے حق میں ممنوع ہیں۔

جب کوئی ایسی صفت ہو جو کسی صورت میں کمال اور کسی صورت میں نقص ہو تو ایسی صفت اللہ رب العالمین کے لئے علی الاطلاق جائز ہوتی نہ ممنوع، نہ ہی مطلقاً اس کو ثابت کیا جائے گا اور نہ ہی اس کا انکار کیا جائے گا بلکہ اس میں تفصیل ہوگی اس حالت میں جبکہ صفت، کمال پر دلالت کرے اللہ رب العالمین

پہلا قاعدہ: اللہ سبحانہ تعالیٰ کی تمام صفات کمالی ہیں اس میں کسی بھی طور سے کسی بھی قسم کا کوئی نقص نہیں پایا جاتا اس پر شرعی دلائل کے ساتھ ساتھ عقل و فطرت بھی دلالت کرتی ہیں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ
آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کی بہت بری مثال ہے اور اللہ کے لئے تو نہایت ہی بلند صفت ہے وہ بڑا ہی غالب اور باحکمت ہے۔“ (النحل: ۶۰)

عقلی دلیل: جو بھی چیز یا ذات موجود ہو اس کی ایک حقیقت ہوتی ہے اس طور پر ضروری ہے کہ اس کے اندر صفت پائی جائے وہ صفت کمال ہو یا صفت نقص۔ چنانچہ صفت نقص اللہ رب العالمین کے حق میں ممنوع ہے کیونکہ وہی عبادت کے لائق ہے اور جو عبادت کے لائق ہو اس کے اندر صفت نقص نہیں پائی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے بتوں کی الوہیت کو باطل قرار دیا ان کے نقص و عاجزی سے متصف ہونے کی وجہ سے۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (الاحقاف: ۵)

”اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایسے کو

کے لئے اسے ثابت کیا جائے گا اور جس حالت میں نقص پر دلالت کرے اللہ رب العالمین کے حق میں اسکا اثبات ممنوع ہوگا۔

مثال کے طور پر چند صفات باری تعالیٰ قرآن میں لفظ: خدع، بکر، اور کید، کے ذریعہ وارد ہوئی ہیں۔ یہ صفات اس وقت کمال پر دلالت کرتی ہیں جب کہ فاعل اسے ان لوگوں کے مقابلے میں انجام دے جو ایسا ہی کرتے ہوں کیونکہ یہ الفاظ اس وقت اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ ذات اپنے دشمنوں پر ان سے بھی سخت برتاؤ کرنے پر قادر ہے چنانچہ اس طرح کی صفات کو تنقیدی طور پر ہی جب یہ صفات کمال ہوں تو اللہ رب العالمین کے لئے ثابت کریں گے کیوں کہ اللہ رب العالمین نے بھی اسے مقید ہی ذکر کیا ہے۔ فرمایا:

وَإِذْ يَمْكُزُ بَكِ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُزُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَبِيرُ الْمَاكِرِينَ (الأنفال: ۳۰)

”اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار ڈالیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (ادھر) اللہ چال چل رہا تھا۔ اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔“

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا، وَأَكِيدُ كَيْدًا (الطارق: ۱۵)۔
 ”یہ لوگ تو اپنی تدبیروں میں لگ رہے ہیں، اور ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں۔“

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (النساء: ۱۳۲)۔
 ”منافقین اللہ رب العالمین کو دھوکہ دیتے ہیں درحقیقت اللہ نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔“

دوسرا قاعدہ: صفات الہی کا باب اسماء کے باب سے کہیں زیادہ وسیع ہے اور ایسا اس وجہ سے ہے کیونکہ اسماء الہی میں سے ہر اسم سے باری تعالیٰ کے لیے صفت کا اشتقاق جائز ہے۔ مثلاً ”علیم“ ہے اس سے صفت علم مشتق ہے۔ ”حکیم“ ہے اس سے صفت حکمت مشتق ہے۔ اس کے برعکس صفات سے اسم کا اشتقاق درست نہیں۔ مثلاً اللہ رب العالمین کی صفات میں سے ہے ”مجنی“۔ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (الفجر: ۲۲)

”اتیان“۔ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللَّهِ تُجْعُ الْأُمُورُ (البقرة: ۲۱۰)

”اخذ“۔ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ (ال عمران: ۱۱)
 لہذا ان صفات کو لیکر ہم باری تعالیٰ کا نام،، جائی،، آتی،، آخذ،، مسک،، باطش،، وغیرہ نہیں رکھ سکتے۔

تیسرا قاعدہ: اللہ رب العالمین کی صفات دو طرح کی ہیں:
 الف۔ ثبوتی ب۔ سلبی

ثبوتی صفات: ان سے مراد وہ صفات ہیں جن سے اللہ رب العالمین نے خود اپنی ذات کو اپنی کتاب میں یا اس کے رسول نے باری تعالیٰ کو اپنی حدیث میں متصف کیا ہے اور یہ تمام صفات صفات کمال ہیں اس میں کسی بھی ناحیہ سے ذرا بھی نقص نہیں پایا جاتا ”حیاء، علم، قدرۃ، استواء، علی العرش، نزول، الی اسماء الدنیا“ وغیرہ تمام صفات صفات ثبوتیہ کہلاتی ہیں اس طرح کی تمام صفات کو باری تعالیٰ کے لئے جیسا اس کے لائق اور زیبا ہے ثابت کرنا واجب اور ضروری ہے۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (النساء: ۱۳۶)۔ ”اے مومنو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ پس ایمان باللہ کا تقاضہ ہے کہ اس کی صفات پر ایمان لایا

جائے۔“

جب رضا مندی کے اسباب پائیں جائیں گے تو اللہ رب العالمین راضی ہوتا ہے۔ فرمایا: وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ (الزمر: ۷) ”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر گزاری کرو گے تو وہ تم سے راضی ہوگا۔“

۲۔ ایسی صفات جن کے اسباب معلوم نہ ہوں: جیسے رات کے تیسرے آخری پہر میں سماء دنیا کی طرف نزول۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی صفت الگ الگ اعتبارات سے، ذاتی بھی ہوتی ہے اور فعلی بھی، مثلاً صفت کلام ہے، اللہ رب العالمین ہمیشہ سے اور ہمیشہ ہمیش کے لئے قدرت کلام سے متصف ہے لیکن کلام کرنا اسکی مشیت پر معلق ہوتا ہے جب چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔ اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یس: ۸۲) ”یقیناً اس کا حکم ایسا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جائے وہ ہو جاتی ہے۔“

پانچواں قاعدہ: صفات ثبوتیہ کا تنوع کمال پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ثبوتی صفات تمام کے تمام مدحیہ اور کمالیہ ہیں جب وہ بکثرت ہوں اور ان کی دلالت متنوع ہو تو موصوف کا کمال آخری حد تک ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے وہ ثبوتی صفات جن کو اللہ رب العالمین نے اپنے سلسلے میں بیان کیا ہے سبلی صفات سے زیادہ ہیں۔

اور سبلی صفات درج ذیل چند احوال میں ذکر کی گئی ہیں:

۱۔ اپنے کمال کی عمومیت کو بیان کرنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوری: ۱۱) ”اس جیسا کوئی نہیں۔“

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (الإخلاص: ۳) ”اس کا کوئی

سبلی صفات: اس سے مراد وہ صفات ہیں جنکی اللہ رب العالمین نے اپنی ذات سے، اپنی کتاب میں یا اپنے رسول کی زبانی، نفی کی ہے۔ اور یہ تمام صفات جنکی نفی وارد ہے باری تعالیٰ کے حق میں نقص ہیں، لہذا باری تعالیٰ سے ان کی نفی کرنا واجب اور ضروری ہے اور اسی طرح اس نقص کی ضد کو باری تعالیٰ کے لئے علی وجہ الکمال ثابت کرنا بھی واجب اور ضروری ہے کیونکہ نفی محض سے کوئی فائدہ نہیں اگر اس کی ضد کو علی وجہ الکمال ثابت نہ کیا جائے۔ مثلاً ”وَلَا يَظْلَمُ رِبْكَ أَحَدًا“۔ ”تمہارا رب کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔“ اور نفی ظلم، کمال عدل کو متضمن ہے کہ باری تعالیٰ کمال عدل کی صفت سے متصف ہے۔

چوتھا قاعدہ: صفات ثبوتیہ دو طرح کی ہیں: الف) ذاتی ب) فعلی

۱۔ ذاتی صفات: ذاتی سے مراد ایسی صفات ہیں جن سے اللہ رب العالمین ہمیشہ سے متصف ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جیسے علم، قدرت، سمع، بصر، عزت، حکمت، عدل، عظمت، ان تمام صفات کو معنوی ذاتی صفات کہتے ہیں۔

ذاتی صفات کی ایک اور نوعیت جسے خبری کہتے ہیں۔ مثلاً یدین، وجہ، عینین یہ تمام صفات اللہ رب العالمین کے لئے ازلی ابدی طور پر ثابت ہیں ہمیشہ سے ہیں ہمیشہ رہیں گی علماء نے ان صفات کو ذاتی کا نام اس لئے دیا ہے کہ یہ اللہ رب العالمین کے ساتھ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔

ب۔ فعلی صفات: اس سے مراد وہ صفات ہیں جو اس کی مشیت سے متعلق ہوتی ہیں اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ایسی صفات جن کا سبب معلوم ہوتا ہے: جیسے رضا، پس

ہمسر نہیں۔“

۲۔ اللہ رب العالمین نے اپنے سلسلے میں جھوٹے لوگوں کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے سبلی صفت کا ذکر کیا ہے، فرمایا: اَنْ دَعُوا لِلزَّخْمِ وَلَدًا، وَمَا يَنْبَغِي لِلزَّخْمِ اَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا (مریم: ۹۲، ۹۱) ”یہ لوگ رحمان کے لئے بیٹے کا دعویٰ کرتے ہیں اور رحمان کے لئے بیٹا ہونا زیب نہیں دیتا۔“

۳۔ کسی امر معین میں اس کے کمال سے نقص کے شبہ کو ختم کرنے کے لئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ وَمَا مَسْنَاهُنَّ لُغُوبٍ (ق: ۳۸) ”یقیناً ہم نے زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں تھکان نے چھو اتک نہیں۔“

چھٹا قاعدہ: صفات کو تمثیل و تکلیف کے بغیر ثابت کرنا۔
اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوری: ۱۱) ”اس کے جیسا کوئی نہیں ہے۔“ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا (مریم: ۶۵) ”کیا تم اس کا کوئی ہم نام یا ہم پلہ جانتے ہو؟“ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ (الإخلاص: ۴) ”اس کا کوئی ہمسر نہیں۔“

تمثیل کا عقیدہ رکھنا عقلی طور پر بھی کئی وجوہ سے باطل ہے۔
۱۔ یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہے کہ خالق و مخلوق کی ذات میں واضح فرق موجود ہے جو اس امر کو مستلزم ہے کہ ان میں پائی جانے والی صفات علیحدہ اور مختلف ہوں کیونکہ کوئی بھی صفت جیسا موصوف ہوتا ہے اسی اعتبار سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ یہ چیز ذاتی اعتبار سے مختلف مخلوقات کی صفات میں واضح ہے۔ مثلاً اونٹ کی طاقت گائے کی طاقت سے مختلف ہے۔ چنانچہ جب

مخلوقات کے زمان و مکان میں اشتراک کے باوجود صفات کا تباین ہوتا ہے تو پھر خالق و مخلوق کیوکر مماثل ہو سکتے ہیں؟

۲۔ ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ خالق، رب اور ہر اعتبار سے کامل ذات کی صفات، مخلوق و مربوب اور ناقص کی صفات کے مشابہ ہوں۔ کامل کو ناقص سے تشبیہ دینا اسے ناقص بنانا ہے۔

۳۔ یہ امر مشاہد ہے کہ مخلوقات میں کچھ ایسے ہیں جو اسم میں یکساں ہیں لیکن حقیقت و کیفیت میں مختلف ہیں۔ چنانچہ انسان اور جانور دونوں کے ہاتھ ہوتے ہیں لیکن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسم میں متفق ہونا حقیقت میں یکسانیت اور تشابہ کو مستلزم نہیں۔

اسی طرح باری تعالیٰ کی صفات میں تکلیف کا اعتقاد رکھنا بھی باطل ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (الإسراء: ۳۶) ”اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں۔“ اور یہ بدیہی امر ہے کہ ہمیں اپنے رب کی صفات کی کیفیت کا علم نہیں۔ کیونکہ اللہ رب العالمین نے ہمیں صرف اپنی صفات کا علم عطا کیا ہے اس کی کیفیت کا نہیں۔ بلکہ اس کی کیفیت متعین کرنا ایسی چیز کے بارے میں کلام کرنا ہوگا جس کے بارے میں ہمیں علم نہیں۔

ساتواں قاعدہ: صفات باری تعالیٰ توفیقی ہیں، عقل کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ چنانچہ باری تعالیٰ کے لئے انہیں صفات کو ثابت کیا جائے گا جن پر کتاب و سنت دلالت کرتے ہیں۔ اللہ رب العالمین کو انہیں صفات سے متصف کیا جائے گا جن سے اس نے خود اپنے آپ کو یا اس کے رسول نے اسے متصف کیا ہے قرآن و حدیث سے تجاویز نہیں کیا جائے گا۔

قرآنی آیات کے جواب کا حکم

قسط (۴)

کفایت اللہ سائیلی

(اور اے رب! میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں)۔

یہ روایت ضعیف ہے۔ سند میں موجود ”جبر بن عمرو، ابوسعید الانصاری، اور ابویحییٰ مولیٰ آل الزبیر“ کی توثیق نہیں ملتی۔
شعیب الارنؤوط اور ان کے رفقاء فرماتے ہیں:
”ثلاثة مجاہیل“

”یہ تینوں مجہول ہیں“۔ (تعلیق علی المسند لأحمد ط الرسالة: ۳۷۳)

امام طبرانی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۲۰) نے کہا:
”حدثنا أحمد بن رشد بن المصری، حدثنا محمد بن أبي السرى العسقلاني، حدثنا عمر بن حفص بن ثابت بن أسعد بن زرارۃ الأنصاري، حدثنا عبد الملك بن يحيى بن عباد بن عبد الله بن الزبير، عن أبيه، عن جده، عن عبد الله بن الزبير، عن الزبير بن العوام، قال: ... وسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لأن يأخذ أحدكم حبلًا فيحتطب على ظهره فيبيع ويأكل، خير له من أن يسأل الناس أعطوه، أو منعوه، وسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول حين تلا هذه الآية: شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَى قَوْلِهِ: الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۳۷ آل عمران: ۱۸) قال: ”وَأَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“۔

سورہ آل عمران (۳) کی بعض آیات کے جواب سے متعلق روایات:

سورہ آل عمران کی آیت (۱۸) شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ کے جواب سے متعلق روایت:
امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (التوفی: ۲۴۱) نے کہا:

”حدثنا يزيد، حدثنا بقيق بن الوليد، حدثني جبر بن عمرو، عن أبي سعد الأنصاري، عن أبي يحيى، مولی آل الزبير بن العوام، عن الزبير بن العوام، قال: سمعت رسول الله ﷺ وهو يعرفه يقرأ هذه الآية: شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۳ آل عمران: ۱۸) ”وَأَنَا عَلَى ذَلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ يَا رَب“۔ (مسند أحمد ط الميمنية: ۱/ ۱۶۶، وإسناده ضعيف، جبر، أبو سعد، أبو يحيى مجاهيل)

”زبير بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو سنا آپ عرفہ میں یہ آیت تلاوت کر رہے تھے: شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۳ آل عمران: ۱۸) (اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) اس کے بعد کہا: ”وَأَنَا عَلَى ذَلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ يَا رَب“

”اس میں عمر بن الخطابؓ ہے اور یہ ضعیف ہے۔“

سورہ آل عمران کی آخری آیت **وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** کے جواب سے متعلق روایت:

سورہ بقرہ کی آخری آیت کے بعد ”اللهم ربنا لك الحمد“ پڑھنے سے متعلق جو روایت پیش کی گئی ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ ان الفاظ کو سورہ آل عمران کے اختتام پر بھی پڑھتے تھے۔ اور ما قبل میں اس روایت کا ضعیف ہونا ثابت کیا جا چکا ہے۔ (دیکھئے: دسمبر ۲۰۱۷ء کا شمارہ ص: ۱۷)

سورہ طہ کی آیت نمبر (۱۱۳) **وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا** کے جواب سے متعلق روایت:

ابوالعباس المستغفری رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۳۲) نے کہا: ”آخبرنا أبو عبد الله محمد بن أحمد بن حامد، أخبرنا محمد بن صالح بن محمود، حَدَّثَنَا أبو البختری، حَدَّثَنَا يحيى بن آدم، حَدَّثَنَا سعيد بن صالح حدثني أبو إسحاق عن علقمة قال: طلبت عبد الله فوجدته في المسجد يصلي بين المغرب والعشاء فسمعتة يقرأ طه فلما بلغ **وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا** (۱۱۳/۲۰) قال: ”رب زدني علما رب زدني علما“ ثلاثاً ثم ركع فقرا الأعراف وهو راكع“۔ (فضائل القرآن للمستغفری: ۱/۲۲، وإسناده ضعیف، أبو إسحاق عن۔)

”علقمة کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو انہیں مسجد میں مغرب وعشاء کے بیچ نماز پڑھتے ہوئے پایا تو میں نے سنا آپ نے سورہ طہ کی قرأت کی اور جب **وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا** (۱۱۳/۲۰) (اور کہو: پروردگار! میرا علم بڑھا) پر پہنچے تو تین بار کہا: ”رب زدني علما“ (اے پروردگار! میرا علم بڑھا) پھر رکوع کیا تو اس میں سورہ اعراف ختم کر دی اور وہ رکوع ہی کی حالت میں تھے۔“

(المعجم الكبير للطبرانی: ۱/۱۲۳) وإسناده ضعیف، عمر بن حفص وعبد الملك بن يحيى مجهولان، وأخرجه أيضاً ابن أبي حاتم في تفسيره (۲/۲۱۶) من طريق ابن أبي السرى به وعنده عبد الملك عن أبيه عن جده قرأ... ولفظه: ”وأنا أشهد أي رب“، وأخرجه أيضاً ابن السني في عمل اليوم و الليلة من طريق ابن أبي السرى وعنده عبد الملك حدثني أبي، عن جدی، عن الزبير... ولفظه: ”وأنا أشهد أنك أي رب“۔

”زبير بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ..... میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ آیت **شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** تلاوت کرتے ہوئے سنا اور آپ جب **الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ** (اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) تک پہنچے تو کہا: ”وأنا أشهد أنك لا إله إلا أنت العزيز الحكيم“ (اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں تو غالب اور حکمت والا ہے)۔“

یہ روایت ضعیف ہے۔ سند میں موجود ”عمر بن حفص بن ثابت“ اور ”عبد الملك بن يحيى“ کی کوئی توثیق نہیں ملتی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۰۷) فرماتے ہیں: ”وفى أسانيدهما مجاهيل“۔ (مجمع الزوائد للهيتمي: ۳۵۶/۲)

☆ طبرانی کی ایک روایت میں تقریباً اسی طرح کا عمل امام اعظم رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ (المعجم الكبير للطبرانی: ۱۰/۱۹۹، وإسناده ضعیف، فيه عمر بن المختار وهو ضعيف)

لیکن اس کی سند میں ”عمار بن عمر بن الخطابؓ“ ہے جس کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۰۷) فرماتے ہیں: ”وفيه عمر بن المختار وهو ضعيف“۔ (مجمع الزوائد للهيتمي: ۳۵۷/۲)

سمعه يقول: رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (۱۱۳/۲۰) پر دہا
مرارا، فظن الرجل أنه يقرأ في طه (الآثار لمحمد بن الحسن:
۱۳۸/۱، واسنادہ ضعیف، ”من“ مبہم وأبو حنیفہ ضعیف۔)

ایک شخص جس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بغل میں نماز
پڑھی اور کوشش کیا کہ ان کی آواز سن لے اس کا بیان ہے کہ وہ
کچھ نہیں سن سکا سوائے اس کے کہ انہوں نے رَبِّ زِدْنِي
عِلْمًا (۱۱۳/۲۰) (پروردگار! میرا علم بڑھا) کہا اور پھر
اسی کو دہراتے رہے تو اس شخص کو پتہ چلا کہ ابن مسعود رضی اللہ
عنہ سورہ طہ کی قرأت کر رہے تھے۔

یہ روایت اصل راوی کے مجہول ہونے کی بنا پر ضعیف ہی
ہے تاہم اس میں یہ وضاحت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے
آیت کا جواب نہیں دیا تھا بلکہ ایک ہی آیت کو بار بار دہرا کر
پڑھا تھا۔ یا سر عبد الرحمن صاحب نے بھی اس روایت کا یہی
مفہوم بیان کیا ہے۔ (موسوعة الأخلاق والزهد والرفائق: ۱/۱۱۳)

اور اس سلسلے کی ایک صحیح وثابت روایت میں صرف یہ ہے
کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد نے انہیں یہ آیت پڑھتے
ہوئے سنا جس سے ان کو پتہ چلا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورہ
طہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ چنانچہ:

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ (التوفی: ۲۳۵) نے کہا:

”حدثنا وكيع قال: حدثنا الأعمش، عن إبراهيم،
عن علقمة قال: صليت إلى جنب عبد الله بالنهار، فلم
أدر أی شيء قرأ حتى انتهی إلى قوله: رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا
(۱۱۳/۲۰) (پروردگار! میرا علم بڑھا)، فظننت أنه
يقرأ في طه“۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ت الحوت: (۳۲۰/۱) و
إسناده صحيح عن عبد الله بن مسعود عن إبراهيم بن عبد الله بن مسعود
أيضا (۳۲۱/۱) من طريق منصور عن إبراهيم بن عبد الله بن مسعود صحيح)

یہ روایت ضعیف ہے۔ ”ابو اسحاق السبئی“ نے ”عن“
سے روایت کیا ہے اور یہ تیسرے درجے کے مدلس ہیں۔
(طبقات المدلسین لابن حجر القریونی: ص: ۴۴)
ان کے مدلس ہونے کے بارے میں مزید تفصیل آرہی
ہے۔

تعمیہ:

تخریج احادیث اُحیاء علوم الدین میں ہے:

”وروی ابن ابی داؤد فی کتاب الشریعة عن
إبراهيم النخعي عن علقمة قال صليت إلى جنب عبد
الله فافتتح سورة طه فلما بلغ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (۲۰/۱۱۳)
قال: ”رب زدني علماً رب زدني علماً“، (تخریج
احادیث اُحیاء علوم الدین: ۲/۶۹۳)

”علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
کے بغل میں نماز پڑھی تو آپ نے سورہ طہ کی قرأت شروع کی
اور جب رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (۱۱۳/۲۰) (پروردگار!
میرا علم بڑھا) پر پہنچے تو کہا: ”رب زدني علماً، رب زدني
علماً“ (اے پروردگار! میرا علم بڑھا، اے پروردگار! میرا علم
بڑھا)۔“

عرض ہے کہ امام ابن ابی داؤد کی یہ کتاب مفقود ہے اس
لئے اس کی مکمل سندا معلوم ہے۔

واضح رہے کہ اسی سلسلے کی بعض دیگر ضعیف روایات میں یہ
صراحت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہاں آیت کا
جواب نہیں دیا تھا بلکہ ایک ہی آیت کو بار بار دہرا کر پڑھ رہے
تھے۔

محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی (التوفی: ۱۸۹) نے کہا:

”أخبرنا أبو حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم، قال
”أخبرنا من صلى إلى جانب عبد الله بن مسعود رضي الله
عنه وحرص على أن يسمع صوته فلم يسمع غير أنه“

”عالمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بغل میں دن کی نماز پڑھی تو مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ آپ نے کیا قرأت کی ہے یہاں تک کہ آپ آیت رَبِّ ذُنْبِي عَلَّمَا (۱۱۴/۲۰) (پروردگار! میرا علم بڑھا) پر پہنچے تو مجھے پتہ چلا کہ آپ نے سورہ طہ کی قرأت کی ہے۔“

یعنی اس صحیح روایت کے مطابق آیت کا جواب دینے یا آیت کو بار بار پڑھنے کی بات نہیں بلکہ صرف ایک آیت کو قدرے جبر سے پڑھنے کی بات ہے جس سے شاگرد کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ کون سی سورہ تلاوت کر رہے تھے۔

سورہ الزخرف (۴۳) کی آیت نمبر (۸۰) اَمْ يَخْسِبُونَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ کے جواب سے متعلق روایت: ابوبکر ابن ابی الدنیا (المتوفی: ۲۸۱) نے کہا:

”حدثني أبو عبد الله التيمي، قال: حدثني خالد بن الصقر السدوسي، قال: كان أبي خاصا لسفيان الثوري قال أبي: فاستأذنت علي سفيان في نحر الظهر، فأذنت لي امرأة، فدخلت عليه وهو يقول: اَمْ يَخْسِبُونَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ (۴۳/ الزخرف: ۸۰) ثم يقول: ”بلى يا رب بلى يا رب“ و ينتحب، وينظر إلى سقف البيت ودموعه تسيل۔ فمكثت جالسا كم شاء الله، ثم أقبل إلي، فجلس معي، فقال: مذكم أنت ههنا؟ ما شعرت بمكانك“ الرقة والبكاء لابن أبي الدنيا ص: ۲۰۷ وإسناده ضعيف، خالد بن الصقر لا يعرف۔

”صقر السدوسي کہتے ہیں کہ میں نے دوپہر کے وقت سفيان ثوري کے گھر اجازت طلب کی تو ایک خاتون نے اجازت دی، میں گھر میں داخل ہوا تو سفيان ثوري اَمْ يَخْسِبُونَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ (۴۳/ الزخرف: ۸۰) (کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ

باتوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سنتے) پڑھ رہے تھے اور اس کے بعد کہہ رہے تھے: ”بلى يا رب بلى يا رب“ (کیوں نہیں اے رب! کیوں نہیں اے رب!) آپ سسکیاں بھر رہے تھے اور گھر کی چھت کی جانب دیکھتے اور روتے جاتے۔ میں بیٹھا رہا جب تک اللہ نے چاہا پھر وہ میری جانب متوجہ ہوئے اور میرے ساتھ بیٹھ گئے اور کہا: تم کب سے یہاں ہو؟ مجھے تمہاری موجودگی کا احسان نہیں ہوا۔“

اس سند کے راوی ”خالد بن الصقر السدوسي“ نامعلوم ہیں اس لئے یہ ثابت نہیں۔ نیز یہ مرفوع یا موقوف حدیث نہیں بلکہ سفیان ثوری کا اثر ہے۔

سورہ ق (۵۰) کی آیت نمبر (۴۵) فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ کے جواب سے متعلق روایت: مذکورہ آیت کے بعد امام ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۷۴) نے لکھا:

”كان قتادة يقول: ”اللهم، اجعلنا ممن يخاف وعيدك، ويرجو موعودك، يا بار، يا رحيم“۔ (تفسیر ابن کثیر ۷/دار طيبة: ۴۱۲، لم أجده مسنداً)

”قتادہ رحمہ اللہ (مذکورہ آیت کے بعد) کہتے: (اللهم، اجعلنا ممن يخاف وعيدك، ويرجو موعودك، يا بار، يا رحيم) (اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو تیری وعید سے ڈرتے ہیں اور تیرے وعدے کی امید کرتے ہیں اے احسان و بھلائی کرنے والے! اے رحم کرنے والے)“

یعنی قتادہ مذکورہ آیت کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ لیکن یہ اول تو قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے جو حجت نہیں۔ دوم قتادہ رحمہ اللہ سے بھی اس قول کی کوئی سند دستیاب نہیں ہے لہذا ان سے بھی ثابت نہیں۔

سورہ الذاریات کی آیت نمبر (۲۲) وَفِي السَّمَاءِ

سورة الواقعة (۵۶) کی اَفْرَأَيْتُمْ والی آیات (۵۸)، (۶۳)، (۶۸) کے جواب سے متعلق روایت:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (التوفی: ۲۱۱) نے کہا:

”عن معمر، عن شداد بن جابان، (عن حجر بن

قیس المدری، قال: بت عند امیر المؤمنین علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ) فسمعتہ وهو یصلی من اللیل،

فقرأ، فمر بهذه الآية: اَفْرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ * اَأَنْتُمْ

تَخْلُقُونَهُ اَمْ نَخْنُ الْخَالِقُونَ (۵۶) الواقعة: ۵۸۔

(۵۹)، قال: ”بل أنت یارب، بل أنت یارب، بل أنت یا

رب“، ثلاثاً، ثم قرأ: اَفْرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ * اَأَنْتُمْ

تَزْرَعُونَهُ اَمْ نَخْنُ الزَّارِعُونَ (۵۶) الواقعة: ۶۳،

(۶۳)، قال: ”بل أنت یارب، بل أنت یارب، بل أنت یا

رب“، ثلاثاً، قال: اَفْرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ * اَأَنْتُمْ

أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَخْنُ الْمُنْزِلُونَ (۵۶) الواقعة:

(۶۸)، قال: ”بل أنت یارب، بل أنت یارب“، ثلاثاً

، ثم قال: اَفْرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ * اَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ

شَجَرَتَهَا اَمْ نَخْنُ الْمُنْشِئُونَ (۵۶) الواقعة:

(۷۱)، قال: ”بل أنت یا رب“، قالها ثلاثاً۔

(المصنف لعبد الرزاق، دار التاویل (۳۵۱/۲) وإسناده ضعيف،

”شدا بن جابان“ لم یوثقه غیر ابن حبان، مابین القومین فی الإسناد

مصحف فی ”المصنف“ وصوبته من ”المستدرک“، فقد أخرجه

الحاکم فی المستدرک (۵۱۸/۲) من طریق عبدالرزاق به، وأخرجه

أیضا البیهقی فی السنن الکبری (۳۳۰/۲) وفی شعب الإیمان (۱/

۳۹۸) وورد عنده ”بشر بن جابان“ وهو خطأ والصواب ”شدا بن

جابان“ كما عند عبدالرزاق والحاکم وبیرویه کتب الرجال۔

”حجر بن قیس المدری کہتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس رات گزاری تو میں

نے انہیں نماز میں قرأت کرتے ہوئے سنا تو وہ جب اس

رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ کے جواب سے متعلق روایت:

اس آیت کے بعد گواہی دینے سے متعلق عمر فاروق رضی

اللہ عنہ سے ایک اثر مروی ہے جس پر گزشتہ سطور میں بات

ہو چکی ہے کہ یہ ثابت نہیں۔ دیکھئے: (شمارہ (۷۲) نومبر ۲۰۱۵ء، ص: ۲۱۱)

سورة الرحمن کی آیت نمبر (۲۷) وَيَنْفِي وَجْهَ رَبِّكَ

ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ کے جواب سے متعلق روایت:

أبو عُبَيْدٍ الْقَاسِمِ بْنِ سَلَامٍ الْبَغْدَادِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ (التوفی:

۲۲۳) نے کہا:

”حدثنا يزيد، عن الجريري، عن أبي السليل، عن

صلة بن أشيم، قال: إذا أتيت على هذه الآية وَيَنْفِي

وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (۵۵) الرحمن:

(۲۷) فقف عندها و سل الله الجليل۔ (فضائل القرآن للقاسم

بن سلام: ص: (۲۵۳) وإسناده صحيح۔ وأخرجه أيضا البیهقی فی

الصفات: (۱۱۳/۲)، وابن أبي الدنيا فی الإشراف: ص: (۲۱۶)

وأبو نعیم فی حلیۃ الأولیاء (۲۵۲/۲) کلہم من طریق ابن علیہ عن ایوب

، عن حمید بن ہلال، قال: قال رجل... فأبهما القتال، ولعله ”صلة بن

أشیم“ فإنه من مشائخ حمید بن ہلال كما فی تاریخ الإسلام للذهبی

بشار: (۶۳۵/۲)

”امام صلتہ بن اشیم تابعی رحمہ اللہ (التوفی: ۶۲) کہتے

ہیں کہ جب اس آیت وَيَنْفِي وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ

وَالْإِكْرَامِ (۵۵) الرحمن: (۲۷) (صرف تیرے رب

کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی) پر

پہنچو تو ٹھہر کر اللہ سے سوال کر لیا کرو۔

یہ قول تابعی صلتہ بن اشیم رحمہ اللہ سے ثابت ہے لیکن

چونکہ اس خصوصی عمل کی دلیل مرفوع یا موقوف حدیث سے

ثابت نہیں ہے اس لئے اسے خصوصی فضیلت وحیثیت نہیں دی

جاسکتی۔

محبت رسول ﷺ کے تقاضے

رضوان اللہ عبدالرؤف سراجی (مدرس: مرکز الامام البخاری: تملولی)

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا پہلا معیار یہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے اپنے اہل و عیال، والدین، بھائی و بہن وغیرہ کے مقابلے زیادہ محبت کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ایک معروف و مشہور آیت ہے وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ وَفِيقًا ”اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، جیسے انبیاء، صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ، اور یہ بہترین رفیق ہیں۔“ (النساء: ۶۹)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ”جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، وَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي، وَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِي، وَإِنِّي لَا أَكُونُ فِي الْبَيْتِ فَأَذْكُرُكَ فَمَا أَضْبِرُ حَتَّى أَتِيكَ فَأَنْظُرَ إِلَيْكَ، وَإِذَا ذَكَرْتُ مَوْتِي وَمَوْتَكَ، عَرَفْتُ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ زَفَعْتَ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَإِنْ دَخَلْتَ الْجَنَّةَ خَشِيتُ أَنْ لَا أَرَاكَ، فَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَزَلَتْ عَلَيْهِ (وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ

محترم قارئین! ہم میں سے ہر شخص محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کرتا ہے، ہر کوئی کہتا ہے کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہے، لیکن کیا محض محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کر لینا ہمارے لئے کافی ہے؟ نہیں۔ بلکہ محبت رسول ﷺ کا کچھ معیار ہے، محبت رسول ﷺ کا کچھ تقاضا ہے، جب ہم اس معیار پر کھرے اتریں گے اور جب محبت رسول ﷺ کے تقاضے پورا کریں گے تب ہم اپنے اس دعوے میں سچے تسلیم کئے جائیں گے، تب ہماری محبت حقیقی محبت کہی جائے گی، یوں ہی محض محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کر لینا ہمارے لئے نا کافی ہے۔ مندرجہ ذیل سطور میں اسی حوالے سے کچھ باتیں آپ قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں، لیکن اس سے پہلے کہ وہ تقاضے آپ قارئین کی خدمت میں پیش کئے جائیں محبت رسول ﷺ کے حوالے سے بھی کچھ باتیں پیش کر دی جائیں تاکہ دونوں کے ربط و ضبط سے مضمون کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ محبت رسول ﷺ کا معیار کیا ہے؟ جو معیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیش کیا وہی ہمارے لئے معیار ہے اور وہی حقیقی محبت ہے اور غلبہ اسلام کی راہ میں اسی طرح کی محبت ہمارے لئے ضروری ہے، اب سوال یہ ہے کہ کس معیار کی محبت نبی ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی ہے؟ ملاحظہ کریں۔

وَالصَّادِقِينَ وَالشَّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا“۔ ”ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ میرے نزدیک میری جان سے، میرے اہل و عیال سے، میری اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اور جب میں گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کی یاد آ جاتی ہے اور مجھے صبر نہیں ہوتا یہاں تک کہ میں آپ کے پاس آتا ہوں اور آپ کو دیکھتا ہوں لیکن جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ جب جنت میں داخل ہوں گے تو آپ نبیوں کے ساتھ اعلیٰ مقام پر ہونگے، اور اگر میں جنت میں داخل ہوا تو مجھے اس بات کا خوف ہے کہ میں آپ کو نہیں دیکھ سکوں گا، تو آپ ﷺ نے اس پر کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر: ط العلمیہ: ۳۱۱/۲، و آخر جہ الطبرانی فی المعجم الاوسط: (۱/۱۵۲) ۴۷۷، و المعجم الصغیر: (۱/۵۳) ۵۲، و حسنہ الالبانی فی الصحیحہ: (۱۰۳۳/۶) ج: ۲۹۳۳)

مذکورہ روایت سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی ﷺ سے بڑی محبت ہوا کرتی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے اتنا محبت کیا کہ اتنا اپنے اہل و عیال اور اپنی جان سے بھی نہ کی، محبت رسول ﷺ کے تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت یہ تھی کہ آپ کا مشاہدہ کئے بغیر قرار نہیں ہوتا تھا، اور یہ حال کسی ایک صحابی کا نہیں بلکہ سارے صحابہ کا یہی معاملہ تھا، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ انبیاء گرچہ جنت کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں گے پر فرق مراتب کے باوجود جنتیوں کو نبی ﷺ کی صحبت ملے گی، ان کا دیدار نصیب ہوگا۔

(۲) اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا ایک معیار یہ تھا کہ وہ نبی ﷺ کی بڑی خدمت کرتے تھے، نبی ﷺ

کی خدمت میں پیش پیش رہا کرتے تھے۔ جیسا کہ کعب بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ: ”كُنْتُ أَيْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَّتِهِ فَقَالَ لِي: سَلْ، فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مَزَافَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ: أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ، قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ: فَأَعْنِي عَلَى نَفْسِكَ بِكَفَرَةِ السُّجُودِ“۔ ”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارتا تھا، ایک دفعہ میں ان کے وضو کا پانی اور دیگر ضروریات لیکر آیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: مانگ، میں نے کہا: میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں، نبی ﷺ نے فرمایا: کیا اس کے علاوہ کچھ اور، میں نے کہا: بس یہی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری اس درخواست کے پورا کرنے میں کثرت سجدہ سے میری مدد کرو“۔ (صحیح مسلم: ۳۸۹)

(۳) اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خاطر جان تک دینے کو تیار تھے۔ جیسا کہ طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ”شَهِدْتُ مِنَ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَشْهُدًا، لِأَنَّهُ أَكُونَ صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهِ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُو عَلَى الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: لَا نَقُولُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى: اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبِّكَ فَقَاتِلَا، وَلَكِنَّا نَقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ، وَعَنْ شِمَالِكَ، وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَقَ وَجْهَهُ وَسَرَّه“۔ ”میں نے مقداد بن اسود کی ایک ایسی بات دیکھی ہے کہ اگر وہ مجھے حاصل ہوتی تو اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی نعمت کو محبوب نہ رکھتا، وہ بات یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کافروں پر بددعا کر رہے تھے کہ اتنے میں مقداد آگئے

رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں قیامت کے دن ان کے ساتھ ہوں گا، گو میں نے ان جیسے اعمال نہیں کئے۔ (صحیح بخاری: ۳۶۸۸، صحیح مسلم: ۲۶۳۹)

(۲) محبت رسول ﷺ ایمان کا معیار ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَخَذَ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ“ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِنَّهُ الْآنَ، وَاللَّهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْآنَ يَا عُمَرُ“۔ ”ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اس حال میں کہ آپ ﷺ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اسی دوران عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ میرے نزدیک میری جان کے علاوہ تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (ابھی تم مومن نہیں ہوئے) حتیٰ کہ میں آپ کے نزدیک آپ کے نفس سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، تب عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا: اللہ کی قسم! یقیناً اب آپ میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں اے عمر! اب (اب تم مومن ہوئے)۔ (صحیح بخاری: ۶۶۳۲)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ

اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہہ دیا تھا کہ تو اور تیرا اللہ جا کر قوم عمالقہ سے لڑے بلکہ ہم آپ کے دائیں، بائیں آگے اور پیچھے سے لڑیں گے، ابن مسعود فرماتے ہیں کہ مقدار کے یہ کہتے ہی رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک روشن ہو گیا اور مقدار کی اس گفتگو سے آپ ﷺ خوش ہو گئے۔ (صحیح بخاری: ۳۹۵۲)

دوسری بات یہ کہ محبت رسول ﷺ کا کیا صلہ ہے؟ ایک انسان جب اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے تو اس کا کیا فائدہ اسے ملتا ہے؟ اس کا کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟

(۱) محبت رسول ﷺ جنت میں جانے کا سبب ہے۔ جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ”أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا. قَالَ: لَا شَيْءَ، إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أُحِبُّتَ. قَالَ أَنَسُ: فَمِمَّا فَرَحْنَا بِشَيْءٍ، فَرَحْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أُحِبُّتَ قَالَ أَنَسُ: فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَأَزْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِخَبِيئَاتِهِمْ، وَإِنْ لَمْ أَغْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ“۔ ”ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ وہ بولا کہ کچھ نہیں سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھے گا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اسلام لانے کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش نہیں ہوئے جتنا اس حدیث کے سننے سے خوش ہوئے، سیدنا انس

کیا جب لوگوں نے انکار کیا حدیث کے الفاظ ہیں: ”لما أسري بالنبي صلى الله عليه وسلم إلى المسجد الأقصى أصبح يتحدث الناس بذلك فارتد ناس ممن كانوا آمنوا به وصدقوه وسعوا بذلك إلى أبي بكر رضي الله عنه فقالوا: هل لك إلى صاحبك يزعم أنه أسري به الليلة إلى بيت المقدس؟ قال: أو قال ذالك؟ قالوا: نعم، قال: لئن كان قال ذالك لقد صدق، قالوا: أو تصدقه أنه ذهب الليلة إلى بيت المقدس وجاء قبل أن يصبح؟ قال: نعم، إنني لأصدقته فيما هو أبعد من ذالك، أصدقته بخبر السماء في غدوة أو روحة. فلذالك سمي أبو بكر الصديق“۔

”جب نبی ﷺ کو مسجد اقصیٰ کا سیر کرایا گیا تو لوگ چمی گونیاں کرنے لگے حتیٰ کہ وہ لوگ جو آپ ﷺ پر ایمان لا چکے تھے اور آپ ﷺ کی تصدیق کر چکے تھے ان میں سے بھی کچھ مرتد ہو گئے اور لوگ دوڑے دوڑے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: آپ کا کیا خیال ہے آپ کے ساتھی کی اس بات کے بارے میں کہ اسے ایک ہی رات میں بیت المقدس کا سیر کرایا گیا ہے؟ انہوں (ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے کہا: کیا انہوں (نبی ﷺ) نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ہاں، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر انہوں (نبی ﷺ) نے ایسا کہا ہے تو سچ کہا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ایک ہی رات میں بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے آگئے؟ کہا ہاں۔ میں تو اس کی بھی تصدیق کرتا ہوں جو اس سے بھی بعید ہے، میں ان آسمانی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں جو صبح و شام آپ کے پاس آتی ہیں، اسی لئے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق پڑ گیا۔“ (سلسلۃ الأحادیث الصحیحة: ۳۰۶)

(۲) اسی طرح خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے ایمان کا

وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“۔ ”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کی اولاد اور دنیا کی تمام چیزوں سے محبوب نہ ہو جاؤں“۔ (صحیح بخاری: ۱۵، صحیح مسلم: ۴۴)

لیکن کیا صحابہ نے صرف محبت کیا ہے؟ ایسا نہیں ہے، بلکہ محبت کے اس مقام پر تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جو کہا انہوں نے وہ کیا اور جس کام کے کرنے سے روکا اس سے باز رہے، نبی ﷺ کی شان میں اگر کسی نے کوئی گستاخی کی تو اس کا دندان شکن جواب دیا، نبی ﷺ پر کوئی پریشانی آئی تو اسے ہٹانے میں پیش قدمی کی، آج جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہے تو محبت کا جو نمونہ صحابہ نے پیش کیا ہے ہم وہی نمونہ پیش کر کے دکھائیں تب تو ہم حقیقی محب رسول کہے جائیں گے ورنہ نہیں، اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ صحابہ نے محبت رسول ﷺ کے حوالے سے کیا کیا؟ اور محبت رسول ﷺ کا تقاضا کیا ہے؟ ملاحظہ کریں۔

☆ محبت رسول ﷺ کا پہلا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ کی رسالت پر ایمان لایا جائے، آپ کو نبی تسلیم کیا جائے، اس بات پر ایمان لایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ہمارے لئے اسوہ و نمونہ اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہو کہ آپ نے جو بھی ہمیں بتایا وہ برحق اور صحیح ہے اور آپ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں کیوں کہ ایمان لانے کے بعد ہی ایک انسان نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر کاربند ہو سکے گا، ایمان کے معاملے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند نمونے ملاحظہ کریں۔

(۱) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھئے، آپ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ پر اس وقت ایمان لائے اور آپ کی تصدیق اس وقت

جائزہ لو جنہوں نے نبی ﷺ کی محبت اور ان پر ایمان کی خاطر اپنی اجرت تک کو چھوڑنا گوارا کر لیا فرماتے ہیں کہ:

”كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ، قَالَ: لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تُكْفِرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: لَا أَكْفُرُ حَتَّى يَمِيتَكَ اللَّهُ، ثُمَّ تَبِعْتُ، قَالَ: دَغْنِي حَتَّى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ، فَسَأَوْتِي مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ، فَتَزَلْتُ: أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِلَايَاتِنَا وَقَالَ لِأَوْتَيْنِ مَالًا وَوَلَدًا، أَطْلَعَ الْغَيْبَ أَمْ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا“ میں دور جا بلیت میں لو بار تھا اور عاص بن وائل پر میرا ادھار تھا، میں اس کے پاس سے مانگنے کے لئے آیا تو اس نے کہا کہ میں تمہیں وہ نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کر دو، (خواب بن ارت رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں کفر نہیں کروں گا تا آنکہ تجھے اللہ موت دے کر پھر تجھے زندہ کرے، تو اس نے کہا، مجھے چھوڑ دو تا کہ میں مروں اور پھر زندہ ہو جاؤں پھر مجھے ڈھیر سارے مال و اولاد عطا کئے جائیں تب میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی ”آپ کا کیا خیال ہے اس شخص کی بابت جو ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کرے اور کہے کہ میں ضرور بضرور مال و اولاد عطا کیا جاؤں گا، وہ غیب سے مطلع ہے یا اس نے رحمن کے پاس کوئی معاہدہ کر رکھا ہے۔“ (صحیح بخاری: ۲۰۹۱)

(۳) ابو دحداح رضی اللہ عنہ کے ایمان کا جائزہ لیجئے کہ انہوں نے ایمان کی کتنی بہترین مثال پیش کی اور صرف اتنا سنا تھا کہ کھجور کے ایک درخت کے بدلے جنت میں ایک درخت ملے گا تو انہوں نے جنت کے کھجور کے ایک درخت کے عوض اپنا سارا باغ دے دیا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”أَنَّ

رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: إِنَّ لِفُلَانٍ نَخْلَةً، وَأَنَا أَقِيمُ حَائِطِي بِهَا، فَأَمُرُهُ أَنْ يَعْطِيَنِي حَتَّى أَقِيمَ حَائِطِي بِهَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطِهَا يَا هَذَا نَخْلَةً فِي الْجَنَّةِ، فَأَبَى، فَأَتَاهُ أَبُو الدَّخْدَاحِ فَقَالَ: بَعْنِي نَخْلَتَكَ بِحَائِطِي. فَقَعَلَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي قَدْ ابْتَعْتُ النَّخْلَةَ بِحَائِطِي. قَالَ: فَاجْعَلْهَا لَهُ، فَقَدْ أَعْطَيْتُكَهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَمْ مِنْ عَذَقٍ رَدَّاحٍ لِأَبِي الدَّخْدَاحِ فِي الْجَنَّةِ، قَالَهَا مَرَّازًا. قَالَ: فَأَتَى امْرَأَتَهُ فَقَالَ: يَا أُمَّ الدَّخْدَاحِ اخْرُجِي مِنَ الْحَائِطِ، فَإِنِّي قَدْ بَعْنُهُ نَخْلَةً فِي الْجَنَّةِ. فَقَالَتْ: رِيحُ الْبَيْعِ. أَوْ كَلِمَةً تُشَبِّهُهَا“۔ ”ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! فلاں شخص کا (میرے باغ سے لگا ہوا) ایک کھجور کا درخت ہے اور میں اسے لیکر اپنا باغ سیدھا کرنا چاہتا ہوں لہذا آپ اسے حکم دیجئے کہ وہ مجھے دے دے تا کہ میں اپنی دیوار سیدھی کھڑی کر سکوں، تو نبی ﷺ نے اس (صاحب درخت) سے کہا کہ وہ کھجور کا درخت آپ جنتی کھجور کے درخت کے بدلے اسے دے دیجئے، تو اس نے انکار کر دیا، اس کے پاس ابو دحداح آئے اور کہا: اپنا کھجور کا درخت میرے پورے باغ کے بدلے مجھے بیچ دو تو اس نے بیچ دیا، اب (ابو دحداح) نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے کھجور کا درخت اپنے باغ کے بدلے خرید لیا ہے، اب آپ اسے اس آدمی کو دے دیجئے کیوں کہ میں نے آپ کو یہ کھجور کا درخت دے دیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو دحداح رضی اللہ عنہ کے لئے کتنے خوشے جنت میں لٹکے ہوئے ہیں، یہ جملہ آپ نے کئی بار کہا، فرماتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور کہا: اے ام دحداح: باغ

سے نکل جاؤ کیوں کہ میں نے اسے جنت میں کھجور کے ایک درخت کے عوض بیچ دیا ہے، وہ بولیں کہ بہت نفع بخش سودا ہے۔ یا اسی طرح کا جملہ انہوں نے اپنے زبان سے ادا کیا۔ (مسند احمد: ۱۲۳۸۲، وقال محققوہ: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم)

پتہ چلا کہ محمد عربی ﷺ پر ایمان لانا محبت رسول ﷺ کا سب سے پہلا زینہ ہے اور ایمان اسی طرح لایا جائے جس طرح لانے کا پورا پورا حق ہے نہ کہ محض زبانی دعویٰ ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول ﷺ پر بالکل اسی طرح ایمان لائے جس طرح ایمان لانے کا حق ہے اور یہ محبت رسول ﷺ کی اعلیٰ مثال ہے اگر ہم اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہے تو پھر ہم بھی ایمان میں اسی طرح کامل و مکمل ہوں جس طرح صحابہ تھے۔

اگر کوئی نبی ﷺ پر ایمان نہ لائے تو اولاً اس بات کی کھلی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس کا محبت رسول ﷺ کا دعویٰ جھوٹا ہے اور ایسے شخص کے لئے رسول ﷺ نے بطور سزا جہنم کا اعلان کیا ہے۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”وَالَّذِي نَفْسِي مَحْمُودٌ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٍّ، وَلَا نَصْرَانِيٍّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ“۔ ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے (میرے اس زمانہ سے قیامت تک) کوئی یہودی یا نصرانی میرا حال سنے پھر اس پر ایمان نہ لائے جو کہ میں دے کر بھیجا گیا ہوں تو وہ جہنم میں جائے گا۔“ (صحیح مسلم: ۱۵۳)

☆ محبت رسول ﷺ کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع کی جائے، آپ ﷺ نے ہمیں من جانب

اللہ جو پیغام دیا ہے اسے عملی جامہ پہنایا جائے، آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کیا جائے، آپ ﷺ نے جو کہا اسے تسلیم کیا جائے اور جن کاموں سے روکا اس سے باز رہا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا رسول جو تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔“ (الحشر: ۷)

کیوں کہ اتباع رسول ﷺ محبت الہی اور گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔ جیسا کہ قرآن اس بات کی خود گواہی دے رہا ہے: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“ (آل عمران: ۳۱)

اتباع رسول ﷺ کے معاملے میں ذرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محبت رسول ﷺ کا حق ادا کر دیا، آپ نے کوئی بھی حکم دیا اسے بجالائے، کسی کام سے روکا تو رک گئے، یہ کبھی نہیں کہا کہ ایسا کیوں ہوا؟ اس میں کیا پرالہم ہے؟ آئیے کچھ مثالیں میں آپ تمام قارئین کی خدمت میں پیش کروں۔

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا تو اسے بھی بجالائے۔ جیسا کہ حجر اسود کے چومنے کی بابت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا معروف واقعہ ہے کہ: ”أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ: أَمَّا وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَبْرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ، فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ: فَمَا لَنَا وَلِلرَّمْلِ إِنَّمَا كُنَّا

زَاغَيْنَا بِهِ الْمَشْرُكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نَحِبُّ أَنْ نُشْرِكَهُ“۔
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع پہنچانا تیرے اختیار میں ہے، اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا، تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا، پھر اسے بوسہ دیا اور فرمایا کہ رمل کی ہمیں ضرورت کیا ہے، ہم نے اس کے ذریعہ مشرکوں کو (اپنی طاقت) دکھائی تھی اور اب ان کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا ہے، پھر فرمایا: یہ ایسی چیز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے، اس لئے ہم اسے چھوڑنا نہیں پسند کرتے“۔ (صحیح بخاری: ۱۶۰۵)

(۲) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے تب تک صحابہ نے بھی اسی طرف رخ کیا لیکن جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنایا تو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار صحابہ نے بھی اپنا قبلہ خانہ کعبہ کو بنالیا جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يُوْجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ قَدْ نَزَى ثَقْلَبَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ فَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ، وَقَالَ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ، وَهُمْ الْيَهُودُ: مَا وَلَاهُمْ عَنْ قِبَلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا، قُلِ اللَّهُ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلَّى، فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ: هُوَ يَشْهَدُ: أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ، فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ، حَتَّى تَوَجَّهُوا نَحْوَ الْكَعْبَةِ“۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف سولہ مہینے یا سترہ مہینے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنائیں، تو اللہ عز وجل نے حکم نازل فرمایا: قَدْ نَزَى ثَقْلَبَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ پس آپ نے خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنالیا، بعض ناسمجھ لوگوں یعنی یہودیوں نے کہا کہ: مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے، کس نے پھیر دیا؟ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہہ دو مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہتا ہے راہ راست کی طرف ہدایت دیتا ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک شخص نے نماز پڑھی اور نماز پڑھنے کے بعد وہ نکلے اور انصار کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) عصر کی نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے (اپنی نسبت) کہا کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی ہے اور آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا ہے، تب سب لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔ (صحیح بخاری: ۳۹۹، صحیح مسلم: ۵۲۷)

(۳) اسی طرح کا ایک واقعہ حرمت شراب کے حوالے سے ہے چونکہ شراب پہلے حلال تھی اسی دوران کچھ صحابہ شراب پی رہے تھے کہ اچانک پتہ چلا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت شراب کی بابت خبر دی ہے تمام لوگوں نے فوراً شراب پھینک دیا جب کہ وہ پی رہے تھے۔ جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”كُنْتُ سَاقِي الْقَوْمِ فِي مَثْوَلِ أَبِي طَلْحَةَ، وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيحَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يَنَادِي: أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، قَالَ: فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: اخْرُجْ، فَأَهْرِقْهَا، فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا،

فَجَزَتْ فِي سَكَبِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بَطُونِهِمْ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعَمُوا میں ابوطلحہ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا اس زمانہ میں لوگ فضیخ شراب استعمال کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ شراب حرام کر دی گئی، حضرت انس کا بیان ہے مجھ سے ابوطلحہ نے کہا: باہر جا اور اس شراب کو بہا دے، چنانچہ میں باہر نکلا اور اس کو بہا دیا، اس دن مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی، بعض لوگوں نے کہا کہ کچھ صحابہ شہید ہوئے اور شراب ان کے پیٹ میں تھی (یعنی اٹکا کیا ہوگا) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ”ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک کام کئے کوئی گناہ نہیں اس چیز میں جو وہ کھا چکے۔“ (صحیح بخاری: ۲۴۶۲، صحیح مسلم: ۶۸۱)

(۴) اسی طرح اتباع رسول ﷺ کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ایک بار صحابہ نے دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے دوران نماز اپنے جوتے نکال دیئے تو اتباع میں سارے صحابہ نے ایسا ہی کیا۔ جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ”بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ أَلْقَوْا نَعَالَهُمْ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: مَا حَمَلَكُمْ عَلَى الْقَاءِ نَعَالِكُمْ، قَالُوا: رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَأَلْقَيْنَا نَعَالَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ جَبْرِيلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَذْرًا - أَوْ قَالَ: أَذَى - وَقَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ: فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ قَذْرًا أَوْ أَذَى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا“۔

”ایک بار رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے (دوران نماز) اپنے جوتے اتار کر اپنی بائیں جانب رکھ لیے، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیے، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتارے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے جوتے اتارے ہیں تو ہم نے بھی اتار دیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور بتایا کہ آپ کے جوتے میں گندگی لگی ہے۔ (لفظ ”قذر“ کہا یا ”اذی“) آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اپنے جوتوں کو بغور دیکھ لیا کرے، اگر ان میں کوئی گندگی یا نجاست نظر آئے تو اسے پونچھ ڈالے اور پھر ان میں نماز پڑھ لے۔“ (سنن ابی داؤد: ۶۵۰، وصححه الالبانی والارنؤوط)

(۵) یہ اتباع رسول ﷺ ہی کا مظہر تھا کہ صحابہ نے اپنی پسند کو رسول ﷺ کی پسند کے تابع کر دیا۔ جیسا کہ ابویوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى بِطَعَامٍ أَكَلَ مِنْهُ، وَبَعَثَ بِفَضْلِهِ إِلَيَّ، وَإِنَّهُ بَعَثَ إِلَيَّ يَوْمًا بِفَضْلَةٍ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا، لِأَنَّ فِيهَا ثَوْمًا، فَسَأَلْتُهُ: أَحَرَامٌ هُوَ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنِّي أَكْرَهُهُ مِنْ أَجْلِ رِيحِهِ، قَالَ: فَإِنِّي أَكْرَهُهُ مَا كَرِهْتَ“۔ ”جب آپ ﷺ کے پاس کھانا آتا تو آپ ﷺ اس میں سے کھاتے اور بچا ہوا کھانا میرے پاس بھیج دیتے، ایک دن آپ نے کھانا کھائے بغیر ہی میرے پاس بھیج دیا کیوں کہ اس میں لہسن تھا تو میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا وہ حرام ہے؟ آپ نے کہا: نہیں، لیکن میں اس کی بدبو کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں، تو ابویوب

رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس چیز کو آپ ﷺ ناپسند فرماتے ہیں اسے میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔“ (صحیح مسلم: ۲۰۵۳)

ان مذکورہ پانچ مثالوں سے آپ اندازہ لگائیے کہ اتباع رسول ﷺ کا کیسا جذبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں پیوست تھا اور یہ سب صرف محبت رسول ﷺ ہی کا نتیجہ تھا گویا اگر ہمیں اس بات کا دعویٰ ہے کہ ہم رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو ہمیں آپ ﷺ کی پیروی کرنی ہوگی اور اسی طرح کرنی ہوگی جس طرح صحابہ نے کیا ہے۔

☆ محبت رسول ﷺ کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی طرف سے دفاع کیا جائے، آپ پر کوئی الزام لگائے یا آپ ﷺ کی شخصیت کو داغدار کرے تو آپ نبی اکرم ﷺ کا دفاع کیجئے، آپ حیات رسول ﷺ کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صحابہ نے ہر مقام پر اللہ کے رسول ﷺ کا ساتھ دیا ہے، دشمنان اسلام کی طرف سے آپ ﷺ پر حملہ ہوا یا آپ ﷺ کی عزت سے کھلو اڑ کیا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھل کر آپ ﷺ کا ساتھ دیا، ذیل میں چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) چونکہ عہد نبوی ﷺ میں مشرکین مکہ نبی ﷺ اور اسلام کا مذاق اڑاتے اور نبی ﷺ کی جھوکیا کرتے تھے اور نبی ﷺ کو یہ بات معلوم تھی کہ کفار کی جھوکرنا ان پر گراں گزرتا ہے تو آپ ﷺ نے بطور دفاع انہیں روکنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو جھوکرنے کا حکم دیا۔ جیسا کہ براہین عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اهْجُهِمْ - اَوْ هَا جِهِمْ وَجَبْرِيْلُ مَعَكَ“۔ ”ان کی جھوکرو یا ان کو جواب دو اور جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔“ (صحیح بخاری: ۳۲۱۳، صحیح مسلم: ۲۳۸۶)

(۲) اسی طرح جب نبی ﷺ کو ابو جہل نے گالی دیا تو نتیجے میں دو بچوں نے اسے قتل کر دیا اور یہ بھی ایک طرح کا دفاع ہے۔ جیسا کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”بَيْنَا اَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ، فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي، فَإِذَا اَنَا بِغَلَامَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ - حَدِيثُهُمَا أَسْنَانُهُمَا، تَمَنَيْتُ أَنْ أَكُونَ بَيْنَ أَضْلَعِ مِنْهُمَا - فَعَمَزَنِي أَحَدُهُمَا فَقَالَ: يَا عَمَّ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، مَا حَاجْتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي؟ قَالَ: أَخْبِرْتُ أَنَّكَ يَسُبُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَنْ رَأَيْتُهُ لَا يَفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا، فَتَعَجَّبْتُ لِذَلِكَ، فَعَمَزَنِي الْآخَرُ، فَقَالَ لِي مِثْلَهَا، فَلَمْ أَتَسَبَّ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَجُولُ فِي النَّاسِ، قُلْتُ: أَلَا إِنَّ هَذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي سَأَلْتُمَانِي، فَأَبْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا، فَضَرَبَاهُ حَتَّى قَتَلَاهُ، ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَاهُ فَقَالَ: أَيُّكُمَا قَتَلَهُ؟ قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: أَنَا قَتَلْتُهُ، فَقَالَ: هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا؟ قَالَا: لَا، فَنَظَرُ فِي السَّيْفَيْنِ، فَقَالَ: كِلَاكُمَا قَتَلْتُهُ، سَلَبَهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْجُمُوحِ، وَكَانَا مُعَاذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، وَمُعَاذِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْجُمُوحِ“۔ ”میں بدر کے دن ایک صف میں تھا اور میرے دائیں بائیں دو کمن انصاری لڑکے دکھائی دیئے، میرے جی میں اس وقت یہ آیا کہ کاش! میں دو طاقتور آدمیوں کے بیچ میں ہوتا، اسی دوران ان دونوں میں سے ایک نے مجھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر پوچھا کہ اے چچا! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں! لیکن اے میرے بھتیجے تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس کمن انصاری لڑکے نے کہا مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ وہ رسول اللہ

وَسَلَّمَ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى نَوَاجِدِهِ“۔ ”نبی کریم ﷺ نے
 احد کے دن اپنے والدین کو ان کے لئے جمع کیا (یعنی یہ کہا کہ
 آپ پر میرے ماں و باپ دونوں قربان ہوں)، سعد رضی اللہ
 عنہ نے کہا کہ مشرکوں میں سے ایک شخص تھا جس نے بہت سے
 مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے
 فرمایا: اے سعد! تیر چلاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان
 ہوں، میں نے اس کے لئے ایک تیر نکالا جس میں پیکان نہ تھا
 وہ اس کی پسیلی میں لگا اور وہ (مشرک) گر گیا تو اس کی شرمگاہ
 کھل گئی، رسول اللہ ﷺ دیکھ کر ہنسنے، یہاں تک کہ میں نے
 آپ ﷺ کے دائرہ کے دانتوں کو دیکھا“۔ (صحیح مسلم:
 ۴۲)

(۴) یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ہی تھی کہ بیٹے نے باپ کو قتل کرنے کی ٹھان لی۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ: ”مَرَزَ سَوَّلَ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بَعْدَ اللّٰہِ بْنِ اَبِی، وَهُوَ فِی ظِلِّ اُطْمَہ فَقَالَ: غَبَرَ عَلَیْنَا ابْنُ اَبِی کَبْشَہ، فَقَالَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ الَّذِیْ اَکْرَمَ مَکَ لَنَنْ شَتَّ لَا تُنِیْتُکَ بِرَأْسِہ قَالَ: لَا، وَلَکِنْ بِرَأْبَاکَ وَ اَحْسَنَ صَحْبَتِہ“۔ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی سے ہو کر گزرے اس حال میں کہ وہ ایک گھر کی دیوار کے سایے میں کھڑا تھا (دیکھتے ہی) اس نے کہا: ابن ابی کبشہ نے ہمیں غبار آلود کرو یا تو اس کے لڑکے عبد اللہ بن عبد اللہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کی تکریم فرمائی اگر آپ چاہیں تو میں اس کا سر آپ کے پاس لاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرو اس سے حسن سلوک سے پیش آؤ“۔ (مسند البزار: ۷۸، ۷۹ و صححہ الابانی فی الصحیحہ: ۳۲۳)

جاری ہے۔۔۔۔۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو پھر میرا جسم اس کے جسم سے الگ نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ ہم دونوں میں سے جس کی موت پہلے لکھی ہو وہ مر جائے، میں یہ سن کر حیرت زدہ رہ گیا پھر اس دوسرے نے بھی مجھ پر ہاتھ رکھ کر پہلے والے کی طرح کہا، پھر تھوڑی ہی دیر میں ابو جہل دوڑتا ہوا دکھائی دیا تو میں نے ان دونوں سے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس کی بابت تم پوچھ رہے تھے، تو وہ دونوں اپنی تلواریں لئے ہوئے اس کی طرف چھپے اور اسے تہ تیغ کر دیا، پھر ان دونوں نے لوٹ کر ابو جہل کے قتل کی اطلاع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کس نے اس کو مارا ہے؟ تو ان میں سے ہر ایک نے کہا میں نے مارا ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تم نے اپنی خون بھری تلواریں صاف کر لی ہیں؟ ان دونوں نے بیک زبان ہو کر کہا جی نہیں، تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی تلواروں کو دیکھ کر فرمایا تم دونوں نے اس کو تہ تیغ کیا ہے لیکن اس کا ساز و سامان معاذ بن عمر بن جموح کو ملے گا اور وہ دونوں لڑکے معاذ بن عمر اور معاذ بن جموح تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۱۴۱)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع ہی میں سعد رضی اللہ عنہ نے اس مشرک پر تیر اندازی کی تھی جس نے کئی صحابہ کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ لَهُ أَبُويهِ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ أَخْرَقَ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ازِمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، قَالَ: فَتَزَعْتُ لَهُ بِسَهْمٍ لَيْسَ فِيهِ نَضْلٌ، فَأَصَبْتُ جَنْبَهُ فَسَقَطَ، فَأَنْكَشَفَتْ عَوْرَتُهُ فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."

یہودیوں کے جرائم اور ان کا انجام

حافظ خلیل الرحمن سنابلی (امام و خطیب مرکزی جامع مسجد اہل حدیث غازی پورہ، گلبرگہ)

محترم قارئین! امت محمدیہ سے پہلے اللہ کے نزدیک سب سے بہترین امت بنی اسرائیل کی قوم تھی اور اللہ نے ان کو دنیا کی ساری امتوں پر فضیلت و برتری عطا کی تھی، اللہ نے ان پر اپنی بے شمار نعمتیں نازل کیں۔ مثلاً ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اللہ نے ان کے درمیان بڑے بڑے انبیاء و رسل بھیجے، کتابیں نازل کیں، فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی، زمین پر بادشاہت عطا کی، پتھروں سے پانی کے چشمے جاری کئے اور کھانے کے لئے ”منق و سلوئی“ جیسی نعمت سے بھی نوازا وغیرہ وغیرہ۔۔۔

اس قدر نعمتیں ملنے کے بعد انہیں بدلے میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے تھا مگر انہوں نے سرکشی کی، تکبر اور عناد سے کام لیا، نبیوں سے قیل و قال اور جھڑپیں کیں اور ان گنت جرائم کا ارتکاب کیا۔۔۔ چنانچہ اگر آپ ان کے جرائم پر نظر ڈالیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ان لوگوں نے کس قدر اللہ سے دشمنی و عداوت مول لے کر اپنے آپ کو خسارے و نقصان سے دو چار کر لیا۔

آئیے ان کے چند ان گنت جرائم پر ایک نظر ڈال لیتے ہیں جنہیں قرآن نے اپنے صفحات میں جگہ دی ہے:

۱۔ اللہ سے کئے گئے عہد و پیمان کی پامالی: اس عہد کے اندر اللہ کی عبادت کے ساتھ یہ بات بھی شامل تھی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے لیکن ان لوگوں نے نہ اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے حالانکہ وہ آپ کے نبی ہونے کے تعلق سے تمام صفات کے بارے میں علم

رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ وَأَنتُمْ مُّعْرِضُونَ (البقرة: ۸۳) ترجمہ: ”اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اسی طرح قرباتداروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ، اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا، نمازیں قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہا کرنا، لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا۔“

۲۔ دلائل و براہین اور معجزات کا انکار: ان لوگوں نے جب کبھی بھی جس بھی دلیل اور معجزے کا مطالبہ کیا اللہ نے اس کو پورا کیا اور ان گنت دلائل و معجزات کا نزول کیا لیکن پھر بھی یہ لوگ سرکشی پر اڑے رہے اور علی الاعلان ان نشانیوں کا انکار کر کے جرم عظیم کر بیٹھے۔

۳۔ انبیاء کرام کا قتل: پچھلے دو جرائم ہی کچھ کم نہ تھے کہ ان سے بھی بڑا ایک اور جرم ان لوگوں نے اپنے کھاتے میں درج کر لیا اور اللہ کی طرف سے بھیجے گئے کئی نبیوں اور رسولوں کو قتل کر دیا۔ جیسا کہ اللہ نے قرآن میں مختلف مقامات پر اس کی وضاحت کی ہے۔ اللہ نے سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۶۱ میں ان کے جرائم کو بیان کیا، ان کی سزاؤں کا تذکرہ کیا اور پھر فرمایا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

بڑے جرم کا ارتکاب کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ نے سورہ المائدہ میں ذکر کیا: وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (المائدہ: ۱۸) ترجمہ: ”اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔“

۸۔ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں: ان لوگوں نے اللہ کی ذات کو بھی نہیں بخشا اور یہ کہہ بیٹھے کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں یعنی وہ کنجوس و بخیل ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، وہ بخیل نہیں بلکہ غنی اور فیاض و سخی ہے، وہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ رب العالمین نے فرمایا: وَقَالَتِ الْيَهُودُ ذِئذِ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ (المائدہ: ۶۴) ترجمہ: ”اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، اور ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔“

۹۔ ہفتے کو منع کے باوجود مچھلیاں شکار کرنا: اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار کرنا حرام کر دیا تھا اسی لئے بطور آزمائش اس دن مچھلیاں زیادہ آتی تھیں لیکن ان لوگوں نے حیلہ سے کام لیا، ہفتہ کے دن مچھلیاں ان کے جالوں اور گرہوں میں پھنس جاتی تھیں پھر ہفتہ کا دن گزر جانے کے بعد یہ لوگ ان کا شکار کر لیتے تھے۔ اس مضمون کو بھی اللہ نے مختلف مقامات پر بیان کیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الأعراف میں اللہ نے فرمایا: وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِثَّانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَمْسُحُونَ لَأْتَأْتِيهِمْ كَذَلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (الأعراف: ۱۶۳) ترجمہ: ”اور آپ ان لوگوں سے، اس بستی والوں کا حال دریافت کریں جو کہ دریا کے قریب آباد تھے جس

كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ترجمہ: ”یہ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا نتیجہ ہے۔“

۴۔ تکبر اور فخر و غرور: ان لوگوں کا جرم صرف یہ نہیں تھا کہ انہوں نے اللہ کی بات قبول نہیں کی بلکہ اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر تکبر کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وَقَالُوا أَفَلَوْ بَنَّا غُلْفًا (البقرة: ۸۸) ”اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں۔“ ان میں انبیاء کی باتیں داخل نہیں ہوتیں تو ہمارا کیا قصور ہے؟ اور ظاہر ہے کہ بندے کا تکبر کرنا اللہ کو کسی بھی صورت میں محبوب نہیں ہے۔

۵۔ مریم علیہا السلام کو زانیہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو ولد الزنا قرار دینا: اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں مریم علیہا السلام کے بطن سے بننا پ کے پیدا کر کے اپنی کمال قدرت کا مظاہرہ کیا۔ لیکن یہودیوں نے نعوذ باللہ یہ کہنا شروع کر دیا کہ مریم علیہا السلام زانیہ ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے ناجائز لڑکے ہیں۔ ایک نبی اور ان کی ماں کی شان میں اس قدر گستاخی کے ساتھ اللہ کی قدرت کا انکار صرف یہودیوں کا خاصہ ہے۔

۶۔ عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش: ایک اور بڑے جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے ان لوگوں نے خفیہ طور پر عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش کی اور بطور استہزاء کہنے لگے کہ دیکھو: ”ہم نے اللہ کے رسول کا قتل کر دیا ہے۔“ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کہ ان لوگوں نے نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ ہی سولی دی بلکہ وہ شک و شبہ میں مبتلا ہیں۔

۷۔ خود کو اللہ کا بیٹا اور محبوب قرار دینا: اللہ کی ذات تنہا ہے، وہ اکیلا ہے، اس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کا باپ ہے پھر بھی یہ لوگ خود کو اللہ کا بیٹا قرار دینے کی ناروا جسارت کر کے ایک

وقت وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے، جبکہ ان کے ہفتہ کے روز تو ان کی مچھلیاں ابھرا بھر کر ان کے سامنے آتی تھیں، اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں، ہم ان کی اس طرح آزمائش کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ فق و فحور کیا کرتے تھے۔

۱۰۔ بچھڑے کی عبادت: فرعون اور اس کے لشکر کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کرنے کے لئے کوہ طور پر بلایا، موسیٰ علیہ السلام وہاں چالیس دن اور چالیس رات رہے، مدت کی تکمیل کے بعد اللہ نے آپ کو تورات عطا کی لیکن اس اثناء میں ان کی غیر موجودگی میں ان کی قوم بنی اسرائیل نے بچھڑے کی عبادت شروع کر دی اور اللہ کی عبادت کو ترک کر دیا۔ اللہ نے کہا کہ: **وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ** (البقرة: ۵۱) ترجمہ: ”اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے چالیس رات کا وعدہ کیا پھر تم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بچھڑا بنالیا اور تم ظالم تھے۔“

۱۱۔ کثرت سوال سے رسول کو تنگ کرنا: بنی اسرائیل کا ایک آدمی قتل کر دیا گیا، مقتول کے گھر والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا لیکن قاتل کے بارے میں کسی کو علم نہیں تھا تو اللہ نے حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کا ایک ٹکڑا اس مردے کے جسم پر لگاؤ، وہ زندہ ہو جائے گا اور قاتل کے بارے میں خبر دے گا۔ لیکن یہودیوں نے گائے اور اس کی صفات کے متعلق بے جا قسم کے سوالات موسیٰ علیہ السلام سے کئے اور آپ کو جھٹلاتے ہوئے کہا کہ کیا تو ہمارا مذاق اڑا رہا ہے۔ حالانکہ اگر وہ خاموشی کے ساتھ کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو کام بن جاتا۔

۱۲۔ جنت میں صرف یہود جائیں گے: ایک اور جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے ان لوگوں نے کہا کہ: **وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا**

بُزْهَانِكُمْ إِنَّ كُنْثَمَ صَادِقِينَ ترجمہ: ”اور ان لوگوں نے کہا کہ جنت میں صرف وہی لوگ جائیں گے جو یہودی یا نصرانی ہیں یہ انکی آرزو میں ہیں کہہ دیجئے اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کو باطل اور مردود قرار دیا۔ محترم قارئین! یہ یہودیوں کے وہ چند جرائم تھے جن کے تعلق

سے اللہ نے قرآن مجید میں خبر دی ہے، ان کے انہی کرتوتوں اور شیطانی حرکتوں کی بنا پر ان کا انجام بھی برا ہوا۔ چنانچہ اللہ نے کبھی تو انہیں بندروں اور سواروں کی شکل میں تبدیل کر دیا، کبھی رسولوں کی زبانی ان پر لعنت کی، کبھی انہیں اپنے غیظ و غضب کا مستحق قرار دیا، اور کبھی کہا کہ اہل ایمان کے سب سے بڑے دشمن یہی یہودی ہیں، کبھی اللہ نے انہیں اپنی نعمتوں سے محروم کر دیا اور کبھی ان کی پوری قوم کو بیک وقت موت کی وقتی نیند سلا دیا۔ غرض یہ کہ قوم یہود اپنے جرائم کی بنا پر روئے زمین کی سب سے لعنتی قوم ٹھہرتی ہے، اللہ نے ”سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ“ کہہ کر انہیں بے وقوف اور احمق قرار دیا ہے۔ دنیا انہیں عقل مند اور دانا سمجھتی ہے تو سمجھتی رہے لیکن رب کی نگاہ میں وہ بے وقوف ہیں۔

ان کے ان جرائم اور ان کے انجام کے تذکرے کے بعد ہمارے لئے یہ نصیحت کا پہلو سامنے آتا ہے کہ کوئی بھی قوم خواہ اللہ کی وہ کتنی ہی محبوب کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ اللہ کی تعلیمات اور اس کے بنائے ہوئے قوانین کی پاسداری نہیں کرتی تو اس کا انجام ٹھیک نہیں ہوگا اور اللہ ایسی قوم کو لعنت کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ہم مسلمان اس وقت ”خیر امت“ ہیں لہذا ہمیں قوم یہود کے واقعات سے سبق لیتے ہوئے خیر امت کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ بصورت دیگر ہمارا معاملہ بھی انہی جیسا ہو سکتا ہے۔

اللہ رب العزت ہم سبھی کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے اور منہج سلف کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

معیاری نصابِ تعلیم کے بنیادی خدو خال (دینی مدارس کے تناظر میں)

جمیل احمد ضمیر، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

و فکر کے تدریجی ارتقاء کی رعایت بدرجہ اتم موجود ہو۔

۳۔ اس کے اندر ایسا علمی مواد پیش کیا گیا ہو جس سے روح کو پاکیزگی، ذہن کو بالیدگی، عقل کو چنگی، فکر کو سنجیدگی، خیال کو بلندی اور شعور کو تابندگی ملے۔ اور طلبہ کے اندر بتدریج اعلیٰ اخلاقی اقدار کی آبیاری ہو۔ ان کے یہاں انسانیت کی یہی خواہی، امدادِ باہمی، خدمتِ خلق اور خیر و بھلائی، کے کاموں میں مثبت تنافس کی روح پیدا ہو۔ ہمت و جوانمردی، استقلال و اولوالعزمی، اصول پسندی و خودداری، رب شناسی و خود شناسی، شائستگی و سلیقہ مندی کی خوبوا جاگر ہو۔

۴۔ اس نصاب کو پڑھ کر طلبہ کے اندر از خود طلبِ علم کا ذوق اور ذاتی تعلیم کا شوق ابھرے، اور تادمِ زیست حصولِ علم کی راہ میں لگے رہنے کی رغبت پیدا ہو۔

ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے
چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کر دے۔

۵۔ علمی مواد کی نوعیت اور معلومات کی کثرت و قلت طلبہ کے معیارِ فہم اور قوتِ ہضم کے بقدر ہو۔

۶۔ ہر نئے مرحلے کے اندر نئے ابواب و مضامین کا اضافہ ہو۔ معلومات و مسائل میں جدت اور توسع کے ساتھ ساتھ عمق اور گہرائی بھی ہو۔ اور بلا کسی معقول وجہ کے سابقہ مرحلے کے ابواب اور معلومات کی تکرار بالکل نہ ہو۔

کسی بھی تعلیمی ادارے کی کامیابی اور ترقی کا انحصار اس کے اندر موجود علمی فضا پر ہوتا ہے۔ اور اس علمی فضا کی صالح تعمیر و تشکیل میں نصابِ تعلیم کو کلیدی اہمیت اور ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ نصابِ تعلیم کسی بھی قوم کی ژرف نگاہی، کشادہ نظری، حیاتِ عقلی اور روشن دماغی کا ترجمان ہوتا ہے۔ نیز اس کے فکری ارتقاء، تمدنی استحکام اور تہذیبی اقدار کا صحیح آئینہ دار ہوتا ہے۔ جس کی بنیاد پر ترقی یافتہ قومیں اپنی عظمت و رفعت کی جوت جگاتی ہیں، اپنی فکری، تہذیبی اور تعلیمی و ثقافتی بالادستی قائم کرنے کے عزائم اور منصوبے طے کرتی اور دیگر اقوامِ عالم پر اپنی سیادت و قیادت کا سکہ چلانے کے تانے بانے بنتی ہیں۔

بنابریں کسی بھی تعلیمی ادارے کو کامیابی کے بامِ عروج اور ترقی کے اوجِ کمال تک پہنچانے کے لئے انتظامیہ کے مخلصانہ جذبے، اساتذہ کی علمی و تدریسی لیاقت اور طلبہ کے شوق و لگن کے پہلو بہ پہلو عمدہ، ٹھوس اور معیاری نصابِ تعلیم بنیادی شرط ہے۔

ذیل میں معیاری نصابِ تعلیم کے چند بنیادی خدو خال اور کچھ نمایاں اوصاف قلمبند کئے جا رہے ہیں:

۱۔ نصابِ تعلیم، متعلقہ ادارے کے اہداف و مقاصد اور وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔

۲۔ اس کے اندر طلبہ کے عمری مراحل، ان کے فہم و ادراک، صلاحیتِ استیعاب، نفسیاتی شعور، فطری رجحانات اور ذہن

۱۴۔ ہر مضمون (سبجیکٹ) کے اہداف و مقاصد کی واضح نشاندہی ہو جس کی روشنی میں اساتذہ و طلبہ اپنا تعلیمی و تدریسی سفر باسانی شروع کر سکیں اور آخر میں اپنی کارکردگی کا جائزہ لے سکیں۔ کیا کھویا کیا پایا؟ اس کا اندازہ لگاسکیں تاکہ اگر کوئی کمی رہ جائے تو اگلے مرحلے میں اس کی تلافی کی جاسکے۔

۱۵۔ سبجیکٹ کے اہداف اس کے اندرونی مضامین سے میل کھاتے ہوں اور فی الواقع انہیں بروئے کار لایا جاسکتا ہو، یعنی محض وہی اور خیالی نہ ہوں۔

۱۶۔ ہر سبجیکٹ کے اندر نظری اور تطبیقی (پریکٹیکل) ہر دو پہلوؤں کا حتی الامکان متوازن امتزاج ہو۔

یہ معیاری نصابِ تعلیم کے چند بنیادی عناصر ہیں جنہیں راقم الحروف نے اپنی ناقص رائے کے مطابق، باوجود اپنی علمی بے بضاعتی اور فکر و نظر کی نارسائی کے قلمبند کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کی ہے۔ امید کہ اہل فکر و نظر، اصحابِ ہوش و خرد اور دانشورانِ قوم و ملت اس جانب مزید توجہ مبذول فرمائیں گے۔

اور چونکہ آج کا یہ دور ٹیکنیکل ترقی کا دور ہے اور جدید ٹکنالوجی ہر میدان میں داخل ہوتی چلی جا رہی ہے اور اس کی مدد سے نئے اکتشافات ہو رہے ہیں، متعدد قسم کے وسائل و آلات ایجاد کئے جا رہے ہیں۔ لہذا وقت کا تقاضہ ہے کہ مدارس کے اندر دینی و شرعی علوم کی تعلیم و تدریس میں اس ٹکنالوجی کو بروئے کار لایا جائے، اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے مناسب لائحہ عمل تیار کیا جائے اور طلبہ کے اندر عصر جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی مثبت روح پھونکی جائے تاکہ ان کے اور معاشرہ کے درمیان کوئی ذہنی و شعوری فاصلہ نہ رہے اور وہ سماج و معاشرہ کی تعمیر و ترقی میں اپنا فرض منصبی بحسن و خوبی نبھاسکیں اور اپنے آپ کو قوم و ملت کی خدمت اور دین حنیف کی دعوت کے لئے عصری تقاضوں کے مطابق تیار کر سکیں۔

۷۔ ہر سبجیکٹ میں پیش کیا گیا علمی مواد مرکز اور مرتب ہو۔
حشو و زوائد، بیجا تکرار اور غیر ضروری طوالت سے پاک ہو۔

۸۔ اسلوب واضح و سہل اور زبان علمی و معیاری ہو۔
۹۔ عبارتیں پیچیدہ اور گجھلک نہ ہوں کہ ان کی گھٹیوں کو سلجھانے اور باریکیوں کو سمجھنے اور سمجھانے ہی میں سارا زور صرف ہو جائے اور اصل مسئلہ کی تشریح و توضیح نقشہ ہی نہ جائے۔

۱۰۔ ہر فن میں صرف وہی کتابیں بطور نصاب داخل کی جائیں جن میں خالص اس فن کے مسائل سے بحث کی گئی ہو اور اس کی مخصوص اصطلاحات کی مکمل رعایت کی گئی ہو۔

۱۱۔ اساسی علوم (جیسے تفسیر، حدیث، فقہ، توحید وغیرہ) پر مشتمل نصابی کتابوں میں مسائل کی تقسیم و تفصیل، جزئیات پر کلام، اور دلائل کی شرح و توضیح اور تحلیل و تجزیہ میں قدرے توسع ہو، تاکہ طلبہ کے اندر ان علوم میں مزید تعمق اور مہارت پیدا ہو اور ان کی معلومات کا دائرہ وسیع ہو۔

۱۲۔ فرعی علوم یعنی علومِ آلہ (جیسے نحو، صرف، اصول تفسیر، اصول فقہ، مصطلح حدیث وغیرہ) کی نمائندہ نصابی کتابوں میں ضرورت سے زیادہ توسع، دور از کار بحث و تفصیل اور جزوی مسائل میں خواہ مخواہ تعمق اور طوالت نہ ہو۔ کیونکہ یہ علوم، مذکورہ بالا اساسی علوم کو سمجھنے اور ان پر عبور حاصل کرنے کے لئے محض آلہ اور وسیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اور اول الذکر علوم کی طرح مقصود بالذات نہیں ہیں۔

۱۳۔ ہر مرحلہ کا علمی مواد اس کے اہداف کو دیکھتے ہوئے مرتب کیا جائے، اور اہداف طے کرتے وقت یہ نقطہ ذہن نشین رہے کہ وہ دور رس نتائج کے حامل ہوں۔ تاکہ ان کی روشنی میں طلبہ اپنے مستقبل کے عزائم کو مناسب سمت دے سکیں۔ فیوچر پلاننگ کے خدو خال کا صحیح تعین اور پیش آنے والی مشکلات اور تحدیات (چیلنجز) سے نبرد آزما ہونے کا جتن کر سکیں۔

انسانی حقوق

مزدوروں کے حقوق

ابوالبلیان رفعت سلفی

اسلام دین رحمت ہے، جس کی رحمت کائنات کی تمام مخلوقات کے لئے عام ہے، اور جو پیغمبر اس دین کو لے کر آئے وہ بھی رحمۃ للعالمین ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“۔ (سورۃ الانبیاء: ۱۰۷) ”ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“

دین اسلام ہر ذمہ دار شخص کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے، اسی طرح ہر طرح کے ماتحتوں کو جائز اور مباح کاموں میں اپنے ذمہ داروں کی اطاعت و فرماں برداری کا حکم دیتا ہے۔ فرمان نبوی ہے: ”لیس منامن لم یروح صغیرنا و یعرف شرف کبیرنا“۔ (سنن الترمذی: ۱۹۲۰، وصحیحہ الالبانی) ”جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔“ ماتحتوں اور ذمہ داروں کی بی شمار قسمیں ہیں، انھیں میں سے ایک قسم آقا اور مزدور کی بھی ہے۔

اللہ کی مدد اور اس کی توفیق سے میں نے اپنے اس مضمون میں مزدوری کی اہمیت اور مزدوروں کے حقوق سے متعلق چند ضروری باتیں تحریر کی ہیں۔

مزدوری کا مفہوم: اصطلاح شریعت میں عمل اور مزدوری روزی کمانے کی غرض سے ان تمام جسمانی اور عقلی سرگرمیوں کو شامل ہے جسے لوگ کسی سرکاری یا پرائیویٹ اداروں میں انجام دیتے ہیں، اسی طرح کسی صنعت و حرفت اور کسی جائز پیشہ کے تحت محنت و مشقت کر کے روزی کمانے کو بھی مزدوری کہتے ہیں۔ (تیسیر الکیریم الرحمن، عبدالرحمن بن

اور جیسا کہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مدارس اسلامیہ شریعت کے نگہبان، دین کے پاسبان، اسلام کے مضبوط قلعے اور فرزندان امت کی بہترین تربیت گاہ شمار کئے جاتے ہیں۔ اور مدارس کے بلند پایہ مقاصد میں ہے کہ ان کی نکال میں انسانیت کے معمار اور اسلام کے سچے علمبردار ڈھل کر نکلیں۔ اور وہاں کی خاک سے اعلیٰ اخلاقی و دینی اقدار کے حامل: باصلاحیت مرہن و معلمین، لائق و فائق اساتذہ و مدرسین، کہنہ مشق قلم کار و مصنفین، مجھے ہوئے خطباء و مبلغین، راسخ العلم علماء ربانین، اور مقتدر فقہاء و مفتیان شرع متین کی کھیپ تیار کی جائے۔

لہذا اگر باب مدارس کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے تعلیمی اداروں کے اندر معیاری تعلیم اور مثالی تربیت کا اعلیٰ ترین بندوبست کریں۔ قوم و ملت کی تعمیر و ترقی میں مدارس کے کردار کو بہتر اور نمایاں بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کریں۔ مدارس کے اہداف و مقاصد کی تکمیل، ان سے وابستہ قوم و ملت کی آرزوؤں اور امیدوں کو بر لانے کے لئے، نیز نوناہ لان امت کی فکری و ذہنی صلاحیتوں کو ہمیز لگانے، ان کی دماغی و عقلی توانائیوں کو پروان چڑھانے اور انہیں امت کے حق میں مفید تر بنانے کے لئے اپنے اپنے تعلیمی اداروں کے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم میں بہترین اور مثبت تبدیلی لانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اور علوم و فنون، نظامہائے تعلیم، وسائل تدریس اور اسالیب دعوت و تبلیغ میں پیدا ہونے والے عصری تغیرات و تطورات کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھیں اور ان سے ذرا بھی تغافل شعاری نہ برتیں۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل مدارس کی دستگیری فرمائے، ان کے عزائم کو بلند کرے، ان کے حوصلوں کو جلا بخشے، ان کے نیک جذلوں کو پروان چڑھائے، انہیں اخلاص کی دولت عطا فرمائے اور اپنی توفیق خاص سے نوازے۔

ناصر السعدی - الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء
لریاض: ۱۴۰۳ھ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ افضل کس کون سا ہے۔ ماوردی نے کہا کہ کسب کے تین اصولی طریقے ہیں۔ زراعت، تجارت، اور صنعت و حرفت۔ اور امام شافعی کے قول میں افضل کسب تجارت ہے۔ مگر ماوردی کہتے ہیں کہ میں زراعت کو ترجیح دیتا ہوں کہ یہ توکل سے قریب ہے۔ اور نووی نے اس پر تعاقب کیا ہے اور درست بات یہ ہے کہ بہترین پاکیزہ کسب وہ ہے جس میں اپنے ہاتھ کا دخل زیادہ ہو۔ اگر زراعت کو افضل کسب مانا جائے تو بجا ہے کیونکہ اس میں انسان زیادہ تر اپنے ہاتھ سے محنت کرتا ہے اس میں توکل بھی ہے اور انسانوں اور حیوانوں کے لیے عام نفع بھی ہے۔ اس میں بغیر کسی معاوضہ کے غلہ عام طور سے کھایا جاتا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ کمائی کے ذرائع کے مراتب مختلف ہیں ان کی فضیلت حالات اور لوگوں کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے۔ (فتح الباری سے ملخص، جلد: ۴ ص: ۳۰۴)

مطمئن سویا ہوا ہے خاک پر مزدور دیکھ
مٹلی بستر پہ تجھ کو نیند کیوں آتی نہیں ذوالفقار نقوی
ہاتھ سے کام کرنے یا کاریگری کی فضیلت:
کتاب و سنت میں محنت اور مزدوری کر کے حلال روزی
کمانے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۱۔ محنت اور مزدوری کی کمائی سب سے زیادہ پاکیزہ اور حلال ہوتی ہے۔

مقدم بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی انسان نے اس

شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب البیوع: باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، حدیث: ۲۰۷۲)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے رزق کی تلاش کو جہاد کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَآخِزُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَنْتَعُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَآخِزُونَ يَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“۔
”بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ کا فضل (یعنی روزی بھی) تلاش کریں گے اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی کریں گے“۔ (المزمل: ۲۰)

۳۔ محنت و مزدوری کو بھی جہاد کہا گیا ہے۔

کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا گزر نبی ﷺ کے پاس سے ہوا اور صحابہ کرام نے اس شخص کے استقلال و قوت اور اس کی نشاط اور چستی کو دیکھ کر فرمایا اے اللہ کے رسول اگر یہ شخص اللہ کے راستے میں ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا، تو نبی ﷺ نے فرمایا اگر یہ شخص اپنی اولاد کی روزی روٹی کے لئے محنت و مشقت کر رہا ہے تو بھی اللہ کی راہ میں ہے، اور اگر اپنے بوڑھے والدین کی روزی روٹی کے لئے محنت و مشقت کر رہا ہے تو بھی اللہ کی راہ میں ہے، اور اگر صرف اپنی ذات کے لئے محنت و مشقت کر رہا ہے تاکہ اسے دوسروں کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا پڑے تو وہ شخص بھی اللہ کی راہ میں ہے، اور اگر یہ شخص صرف دکھاوے، اور فخر و مباہات کے لئے یہ کام کرتا ہے تو یہ شیطان کے راستے میں ہے۔ (المعجم الكبير للطبرانی، ۱۹/۲۹۱ رقم: ۲۸۲۔ صحیح الترغیب والترہیب للالبانی: ۱۹۵۹)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مزدوری اور کسب معاش کو جہاد پر

ترجیح دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ میں زمین میں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے اپنی سواری کے دونوں کجاؤں کے درمیان گر جاؤں یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا قتل کیا جاؤں۔ (شعب الایمان للبیہقی ۴/۵۰۲، رقم: ۱۱۹۸)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے دن کے وقت بندوں کے تلاش معاش میں ادھر ادھر گھومنے پھرنے کی وجہ سے رات کی عبادت (قیام اللیل) میں تخفیف فرمادی ہے۔

فرمان الہی ہے: ”إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنُصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُبَدِّلُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عِلْمٌ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِيمٌ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضَىٰ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ ”آپ ﷺ کا رب بخوبی جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ کے لوگوں کی ایک جماعت قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور ایک تہائی رات کے تہجد پڑھتی ہے اور رات دن کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ کو ہی ہے وہ (خوب) جانتا ہے کہ تم اسے ہرگز نہ بھا سکو گے پس اس نے تم پر مہربانی کی لہذا جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لئے آسان ہو اتنا ہی پڑھو، وہ جانتا ہے کہ تم میں سے بعض بیمار بھی ہوں گے، بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کا فضل (یعنی روزی بھی) تلاش کریں گے، اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی کر سگے۔“ (المزمل: ۲۰)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے تلاش رزق کے لئے محنت و مزدوری اور تجارت و کاروبار کرنے کو تمام انبیاء کی سنت قرار دیا ہے۔

تمام انبیاء کرام تلاش رزق کے لئے محنت مزدوری اور تجارت و کاروبار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی قوم کے لوگوں کو اللہ

کے دین کی دعوت بھی دیتے تھے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ”وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ“۔ ”ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی جلتے پھرتے تھے۔“ (الفرقان: ۲۰)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: تمام انبیاء کرام اپنی معاش کے لئے دوڑ دھوپ کرتے تھے، اور تلاش رزق کے لئے تجارت و کاروبار اور محنت و مزدوری کے اسباب اپنانے سے متعلق یہ آیت بنیاد ہے۔
(تفسیر قرطبی جلد: ۱۳ ص: ۱۴)

داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ”وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَكُمْ لِنَحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ“۔ ”اور ہم نے اسے جنگی لباس بنانے کی کاریگری سکھائی تاکہ لڑائی کے ضرر سے تمہارا بچاؤ کرے، کیا تم شکر گزار بنو گے؟“ (سورۃ الانبیاء: ۸۰)

محمد الرسول اللہ ﷺ بھی بکریاں چراتے تھے ایک مرتبہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جتنے پیغمبروں کو بھی اللہ نے اس دنیا میں بھیجا ہے سب نے بکریاں چرائی ہیں، اس پر صحابہ کرام نے پوچھا اے اللہ کے رسول کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں میں بھی چند قیراط کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چراتا تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب الاجارۃ باب رعی الغنم علی قرایط، حدیث: ۲۱۴۳)

اللہ کے پیغمبروں کی طرح رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حلال رزق کی تلاش میں بڑی دوڑ دھوپ اور محنت و مشقت کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی جلد: ۱۳ ص: ۱۴)

جاری ہے۔۔۔۔۔

تحقیق و تخریج

فرض نماز کے بعد پیشانی یا سر پر ہاتھ رکھنا۔۔۔

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبى بعده، اما بعد:

محترم قارئین! ہمارے بعض بھائی ایسے ہیں جو فرض نماز کے بعد ماتھے پر یا سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعاء پڑھتے ہیں: ”بِسْمِ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، أَذْهَبَ عَنِّي الْهَمُّ وَالْحَزَنُ“۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو جواباً عرض کیا گیا کہ فلاں فلاں حدیث میں یہ عمل مروی ہے۔

میرے اسلامی بھائیو! آج میں اللہ کی توفیق و فضل و کرم سے آپ کی خدمت میں ان احادیث کی مفصل تحقیق پیش کر رہا ہوں جن کو ہمارے بھائی بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

مذکورہ روایت ایک (۱) صحابی رسول اور ایک (۱) تابعی سے (مرسل) مروی ہے:

(۱) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(۲) حضرت عمرو بن قیس رحمہ اللہ۔

(۱) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

کی روایت:

آپ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت چار (۴) طرق سے مروی ہے:

(پہلا طریق) امام احمد بن محمد الدینوری، المعروف بابن السنی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا سَلَمُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَنَسَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو غَمَرَ الْخَوْضِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَامُ الْمَدَائِنِيِّ، عَنْ زَيْدِ الْعَمِيِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَضَى صَلَاتَهُ مَسَحَ جَبْهَتَهُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، اللَّهُمَّ أَذْهَبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحَزَنَ“۔

(ترجمہ) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنے داہنے ہاتھ سے اپنی پیشانی کو چھوتے پھر فرماتے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں ہے، وہ رحمن و رحیم ہے، اے اللہ! غم اور اندیشے مجھ سے دور کر دے۔

(تخریج) عمل اليوم والليلة بتحقيق الشيخ الهاللي: ۱/ ۶۳، ح: ۱۱۲، واللفظ له والمعجم الأوسط للطبراني بتحقيق طارق و عبد المحسن: ۶۶/۳، ح: ۲۳۹۹، وحلية الأولياء و طبقات الأصفياء لابی نعيم الاصبهاني: ۳۰۱/۲، الناشئ: السعادة - بجوار محافظة مصر - و نتائج الافكار بتحقيق حمدي السلفي: ۳۰۱/۲ وغيرهم۔

(حکم حدیث) ”اسنادہ ضعیف جدا“۔ ”اس کی سند سخت ضعیف ہے۔“

امام ابو نعیم الاصبہانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۳۰ھ) فرماتے ہیں: ”غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ تَفَرَّقَ بِهِ عَنْهُ زَيْدُ النُّعْمِيِّ وَهُوَ أَبُو الْخَوَارِيزِيِّ زَيْدُ بْنُ الْخَوَارِيزِيِّ بَصْرِيٌّ فِيهِ لَيْقٌ“۔ ”معاویہ بن قرہ کی احادیث میں سے یہ حدیث غریب ہے، زید النعمی روایت ہذا کو ان سے بیان کرنے میں منفرد ہے اور وہ ابو الخواریزی زید بن الخواریزی بصری ہے اور اس میں کمزوری ہے۔“ (حلیۃ الاولیاء)

امام ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) امام ابو نعیم رحمہ اللہ کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اتفقوا علی ضعفه من قبل حفظه، وهو ممن وافقت كنيته اسم أبيه --- وسكت أبو نعیم عن الراوي عنه، وهو أضعف منه بكثير، وهو بتشديد اللام ويقال له: المدائني؛ كما وقع في رواية ابن السني، والحديث ضعيف جدًا بسببه“۔ ”حفظ میں کمزوری کے سبب اس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جس کی کنیت اس کے باپ کے نام کے موافق ہے، امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے اس سے روایت کرنے والے راوی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جبکہ وہ اس سے زیادہ ضعیف ہے اور وہ لام کے تشدید کے ساتھ ہے، اسے المدائنی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابن السنی کی روایت میں واقع ہے اور اسی کی وجہ سے حدیث سخت ضعیف ہے۔“ (نتائج الافکار)

(وجہ ضعف) روایت ہذا کی سند میں دو علتیں ہیں:

(۱) سلام بن سلم أبو سليمان التميمي المدائني

الطويل: یہ متروک الحدیث راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ):

ھ: ”لیس حدیثہ بشی“۔ ”اس کی حدیث کچھ نہیں ہے“۔ (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۲۶۰/۳، ت: ۱۲۲، واسنادہ صحیح)

امام ابو عبد اللہ محمد البخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶ھ):

ھ: ”ترکوه“۔ ”محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے۔“ (التاریخ الکبیر بحواشی محمود خلیل: ۱۳۳/۳، ت: ۲۲۲۴)

امام محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷ھ):

ھ: ”ضعیف الحدیث، ترکوه“۔ ”ضعیف الحدیث ہے۔ محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے۔“ (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۲۶۰/۳، ت: ۱۱۲۲)

امام ابوالحسن الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ):

”متروک“ (الضعفاء والمتروکون بتحقیق الدكتور عبد الرحیم: ۱۵۶/۲، ت: ۲۶۳)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ):

”ترکوه“۔ (دیوان الضعفاء بتحقیق حماد الأنصاري، ص: ۱۶۵، ت: ۱۶۸۰)

”متروک“ (المغني في الضعفاء بتحقیق الدكتور نور الدين عتر، ص: ۲۷۰، ت: ۲۴۹۶)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ):

”متروک“ (تقريب التهذيب بتحقیق محمد عوامة، ص: ۲۶۱، ت: ۲۷۰۲)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال للمزى

بتحقیق بشار عواد: ۲۷۷/۱۲، ت: ۲۶۵۴ وغیرہ۔

(۲) زَيْدُ بْنُ الْخَوَارِيزِيِّ النُّعْمِيُّ: یہ ضعیف

راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۰ھ): ”وكان ضعيفا في الحديث“۔ ”یہ حدیث میں ضعیف تھا“۔ (الطبقات الكبرى بتحقيق محمد عبد القادر: ۷۸/۷، ۱: ۳۱۷۰)

امام ابوالحسن علی بن عبد اللہ المدینی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۴ھ): ”كَانَ ضَعِيفًا عِنْدَنَا“۔ ”یہ ہمارے نزدیک ضعیف تھا“۔ (سؤالات محمد بن عثمان بن أبی شیبہ لعلی بن المدینی بتحقيق موفق عبد الله، ص: ۵۳، ۱: ۱۵)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ): ”ضعيف“۔ (تقریب التہذیب بتحقيق محمد عوامة، ص: ۲۲۳، ۱: ۲۱۳۱)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تہذیب الکمال فی اسماء الرجال للمزی بتحقيق بشار عواد: ۵۶/۱۰، ۲: ۲۱۰۲ وغیرہ۔

(تنبیہ) امام ابوالقاسم الطبرانی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں: ”لَمْ يَزُوْهُ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ إِلَّا زَيْدٌ، تَفَرَّدَ بِهِ سَلَامٌ“۔ ”اس حدیث کو معاویہ بن قرہ سے صرف زید لعلی نے روایت کیا ہے اور سلام المدائنی روایت ہذا کو بیان کرنے میں منفرد ہے۔“

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ سلام المدائنی روایت ہذا کو بیان کرنے میں منفرد نہیں ہے بلکہ اس کی متابعت کی گئی ہے۔

عثمان بن فرقد نے سلام الطویل کی متابعت کی ہے لیکن وہ بھی ناقابل التفات ہے، تفصیل پیش خدمت ہے:

امام ابو بکر احمد بن عمرو، المعروف بالبزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ الْخَضِرِ الْعَطَّازُ، ثنا عَثْمَانُ بْنُ

فَرْقِدٍ، عَنْ زَيْدِ الْعَمِّيِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ جَبْهَتَهُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى، وَيَقُولُ: بِسْمِ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، أَذْهَبَ عَنِّي الْهَمُّ وَالْحَزَنُ“۔

(تخریج) كشف الأستار عن زوائد البزار بتحقيق حبيب الرحمن الأعظمي: ۲۲/۳، ج: ۳۱۰۰۔

(حکم حدیث) ”اسنادہ ضعیف جدا“۔ ”اس کی سند سخت ضعیف ہے۔“

(وجه ضعف) روایت ہذا کی سند میں دو علتیں ہیں:

(۱) الْحَارِثُ بْنُ الْخَضِرِ الْعَطَّازُ: اس کی بابت جرح و تعدیل کا کوئی کلمہ مجھے نہیں مل سکا اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو پا سکا جنہوں نے اس کا ترجمہ لکھا ہو لہذا یہ مجہول العین ہے۔

شیخ محفوظ الرحمن سلفی (محقق مسند البزار) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لم اجد ترجمته“۔ ”میں اس کا ترجمہ نہیں پا سکا“۔ (مسند البزار بتحقيق الشيخ المذكور: ۶۰/۱، ج: ۶)

(۲) زَيْدُ بْنُ الْخَوَارِظِيِّ الْعَمِّيُّ الْبُضْرِيُّ: یہ ضعیف راوی ہے۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔

(دوسرا طریق) امام ابو نعیم الاصبہانی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۳۰ھ) فرماتے ہیں:

ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَمَّادٍ الطَّهْرَانِيُّ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ يَزِيدَ الْجَصَّاصُ، ثنا دَاوُدُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، ثنا الْعَبَّاسُ بْنُ زُرَيْبٍ مُصْطَفَى السَّلْمِيِّ، عَنْ جَلَّاسِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَّانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَضَى صَلَاتَهُ مَسَحَ جَبْهَتَهُ بِكَفِّهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ أَمَرَهَا عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى يَأْتِيَ بِهَا عَلَى لِحْيَتِهِ وَيَقُولُ: بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

“ - (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقيق المعلمی: ۳/۲۲۳ ت: ۱۹۳۱، واسنادہ صحیح)

امام ابوالحسن علی بن عبد اللہ المدنی البصری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ): ”ذهب حديثه“ - (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقيق المعلمی: ۳/۲۲۳ ت: ۱۹۳۱، واسنادہ صحیح)

امام ابو حاتم محمد بن ادريس الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷ھ): ”غير ثقة، ذاهب الحديث، منكر الحديث“ - (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقيق المعلمی: ۳/۲۲۳ ت: ۱۹۳۱)

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶ھ): ”فمنكر الحديث“ - (التاريخ الكبير بحواشی محمود خليل: ۳/۲۲۳ ت: ۸۳۷)

امام ابو حاتم، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۳ھ): ”وَكَانَ يَضَعُ الْحَدِيثَ عَلَى الثَّقَاتِ وَيُرْوِي عَنْ الْمَجَاهِيلِ الْمَقْلُوبَاتِ“ - ”یہ ثقات پر حدیثیں گھڑتا تھا اور مجہولین سے مقلوب روایتیں بیان کرتا تھا“ - (المجروحین بتحقيق محمود إبراهيم: ۱/۲۹۱، ت: ۳۲۶)

امام ابوالحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ): ”يضع بصري كان ببغداد، متروك“ - ”یہ بصری ہے، حدیث گھڑتا تھا، بغداد میں رہتا تھا اور متروک ہے“ - (الضعفاء والمتروكون بتحقيق عبد الرحيم محمد القشقری: ۲/۱۵۲ ت: ۲۰۶)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): ”واہ“ - (المغني في الضعفاء بتحقيق الدكتور نور الدين: ۱/۲۲۰ ت: ۲۰۲۳) ”تألف“ - (تلخیص

عالم الغيب والشهادة الزحني الرحيم، اللهم اذهب عني الغم والحزن والهم، اللهم بحمدك انصرفت وبذلبي اعترفت، اعوذ بك من شر ما افترفت، واعوذ بك من جهد بلاء الدنيا ومن عذاب الآخرة“ -

(ترجمہ) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو اپنی داہنی ہتھیلی سے اپنی پیشانی کو چھوتے، پھر وہیں سے اسے اپنے چہرے پر لاتے حتیٰ کہ اسے اپنی داڑھی پر لے آتے اور فرماتے: اللہ کے نام کے ساتھ جس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں ہے جو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، رحمن و رحیم ہے، اے اللہ! غم اور اندیشے مجھ سے دور کر دے۔ اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں۔ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں۔ جو گناہ میں نے کئے ہیں، ان کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور دنیا کی مصیبتوں کی مشقت سے اور آخرت کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(تخریج) تاریخ أصبهان بتحقيق سيد كسروي حسن: ۶۶/۲۔

(حکم حدیث) ”اسنادہ ہالک“۔

(وجه ضعف) روایت ہذا کی سند میں: ”داؤد بن المحبر بن قحذم أبو سليمان البصري“ - ہے جو کہ متروک اور وضاع راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۴۱ھ): ”شبه لا شيء، كان لا يدرى أي شيء الحديث“ - ”یہ کچھ نہیں کے مشابہ ہے۔ حدیث کیا چیز ہے یہ نہیں جانتا تھا

کتاب الموضوعات بتحقيق أبو تميم ياسر، ص: ۲۸۰، ح: ۷۵۹

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ):
”وہو کذاب“۔ ”یہ کذاب ہے“۔ (التلخیص الحبر
بتحقيق الدكتور محمد الثاني: ۳۰۳۳/۶) ”وہو متروک“۔
(المصدر السابق: ۵۱۵/۲)

(فائدہ) مذکورہ سند میں اور بھی علتیں ہیں لیکن اسے نظر
انداز کیا جا رہا ہے۔

(تیسرا طریق) بشر بن الحسین الہلالی نے کہا:
حَدَّثَنِي الزُّبَيْرُ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْقَلَبَ مِنْ صَلَاتِهِ مَسَّحَ وَجْهَهُ بِيَدِهِ
الْيَمْنَى، ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ
الرَّحِيمُ اللَّهُمَّ أَذْهَبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحَزْنَ۔

(تخریج) نسخۃ الزبیر بن عدی، ص: ۱۲، ح: ۱۱۔
(حکم حدیث) ”اسنادہ موضوع“۔ ”اس کی سند
گھڑی ہوئی ہے“۔

(موضوع ہونے کی وجہ) زبیر بن عدی
الہمدانی رحمہ اللہ کا شاگرد بشر بن الحسین الہلالی، سخت ضعیف
راوی ہے۔ بعض ائمہ نے اسے متروک بھی کہا ہے۔ اس نے
اپنے شیخ زبیر بن عدی رحمہ اللہ سے ایک نسخہ روایت کیا ہے
جس کو ائمہ کرام نے باطل اور موضوع قرار دیا ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:
امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (المتوفی:
۲۵۶ھ): ”فِيهِ نَقَرٌ“۔ (التاریخ الكبير بحواشی محمود
خلیل: ۷۱/۱۲، ت: ۱۷۲۶)

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن
حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ): ”يُزَوِّي عَنْ الزُّبَيْرِ بْنِ

عدی بنسخة مَوْضُوعَةٌ، مَا لِكَثِيرِ حَدِيثِ مِنْهَا أَصْل،
يُزَوِّيَهَا عَنْ الزُّبَيْرِ عَنْ أَنَسٍ شَبِيهَا بِمِائَةِ وَخَمْسِينَ
حَدِيثًا، مَسَانِيدُ كُلِّهَا“۔ ”اس نے زبیر بن عدی سے ایک
موضوع نسخہ روایت کیا ہے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر
احادیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ان احادیث کو اس نے عن
الزبیر، عن انس کے طریق سے روایت کیا ہے۔ وہ تقریباً ایک
سو پچاس احادیث ہیں اور وہ سب کی سب منہ
ہیں“۔ (المجروحین بتحقيق محمود إبراهيم: ۱۹۰/۱، ت:
۱۳۴) ”وکل ما في أخباره من المناكير فہی من جهة
بشر بن الحسين الاصبهاني“۔ ”زبیر بن عدی رحمہ اللہ کی
احادیث میں جو نکارت ہے وہ بشر الاصبہانی کی جانب سے
ہے“۔ (مشاہیر علماء الأمصار وأعلام فقهاء الأقطار بتحقيق
مرزوق علي إبراهيم، ص: ۲۰۳، ت: ۹۹۲)

امام ابو احمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۵ھ)
: ”حدثنا ابن عفير بهذا الإسناد قريباً من مئة
حديث مُسْنَدٍ، وَلَا يَصِحُّ مِنْهَا شَيْءٌ“۔ ”ابن عفير رحمہ
اللہ نے اسی سند کے ساتھ ہم سے تقریباً سو (۱۰۰) منہ
حدیثیں بیان کی ہیں۔ ان میں ایک بھی صحیح نہیں ہے“۔
(الکامل في ضعفاء الرجال بتحقيق عادل أحمد ورفقاء: ۲/
۱۶۳، ت: ۲۳۸) ”وَهَذِهِ النُّسخَةُ الَّتِي ذَكَرْتُهَا وَعَامَّةُ
حَدِيثِهِ لَيْسَ بِالْمَحْفُوظِ“۔ ”وہ نسخہ جس کا میں نے تذکرہ
کیا ہے۔ اور اس کی اکثر و بیشتر روایات محفوظ نہیں
ہیں“۔ ”وَبَشَرٌ ضَعِيفٌ“۔ ”بشر ضعیف ہے“۔ (المصدر
السابق)

امام ابو الحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ
(المتوفی: ۳۸۵ھ): ”متروک عن الزبیر بن عدی
بواطیل وله عنه نسخة موضوعة“۔ ”متروک ہے۔ زبیر

البغدادی رحمہ اللہ (التوفی: ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَمْعِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَمْعِيُّ بِمَكَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ سَلِيمٍ أَبُو سَلَمَةَ، شَيْخُ لَقَيْتِهِ بِالْمَدَائِنِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى (وَفَرَّغَ مِنْ صَلَاتِهِ) مَسَحَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِهِ، وَيَقُولُ: "بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، اللَّهُمَّ أَذْهَبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحَزْنَ (ثَلَاثًا)"۔

(ترجمہ) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے اور اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے سر پر رکھتے پھر تین بار یہ فرماتے کہ اللہ کے نام کے ساتھ جس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں ہے، وہ رحمن و رحیم ہے، اے اللہ! غم اور اندیشے مجھ سے دور کر دے۔

(تخریج) تاریخ بغداد بتحقیق الدكتور بشار عواد : ۱۳ / ۵۰۳، ۶۹۰۵، و اللفظ له و کتاب الدعاء للطبرانی بتحقیق مصطفیٰ عبد القادر، ص: ۲۰۹، ح: ۶۵۸، والزيادة الاولى له والمعجم الأوسط للطبرانی بتحقیق طارق و عبد المحسن : ۳ / ۲۸۹، ح: ۳۱۷۸، والکامل فی ضعفاء الرجال بتحقیق عادل أحمد ورفقاءه : ۷ / ۱۹۹، ح: ۱۶۰۰، والزيادة الثانية له و نتائج الافکار بتحقیق حمدي السلفی : ۲ / ۳۰۲ و غیرہم۔

(حکم حدیث) "اسنادہ ضعیف جدا"۔ "اس کی سند سخت ضعیف ہے"۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وہذا سند ضعیف جدا من أجل كثير هذا"۔ "یہ سند اس کثیر کی وجہ

بن عدی رحمہ اللہ سے اس نے باطل روایتیں بیان کی ہیں، اس نے زبیر بن عدی رحمہ اللہ سے ایک موضوع نسخہ روایت کیا ہے"۔ (الضعفاء والمتروكون بتحقیق موفق عبد اللہ، ص: ۱۵۹، ت: ۱۲۶)

امام محمد الشیبانی، المعروف بابن قيسرانی رحمہ اللہ (التوفی: ۵۰۷ھ): "ضعيف جدا"۔ (ذخيرة الحفاظ بتحقیق الفريواني: ۲ / ۸۳۳، ح: ۱۶۳۲)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (التوفی: ۷۴۸ھ): "وا"۔ (المقتنى في سرد الكنى بتحقیق محمد صالح: ۲ / ۴۹، ت: ۵۴۱۲) "له عن الزبير بن عدي نسخة باطلة"۔ "اس نے زبیر بن عدی سے ایک باطل نسخہ روایت کیا ہے"۔ (ديوان الضعفاء بتحقیق حماد الأنصاري، ص: ۴۸، ت: ۵۸۷) "متهم"۔ (تلخيص كتاب الموضوعات بتحقیق أبو تميم ياسر، ص: ۲۷، ح: ۷۳۳)

امام عبد الرحيم العراقي رحمہ اللہ (التوفی: ۸۰۶ھ): "وَهُوَ ضَعِيفٌ جَدًّا"۔ "یہ سخت ضعیف ہے"۔ (المغني عن حمل الأسفار، ص: ۱۲۵۵)

امام ابو الحسن علی بن ابوبکر البیہقی رحمہ اللہ (التوفی: ۸۰۷ھ): "وهو كذاب"۔ "یہ کذاب ہے"۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد بتحقیق الدارانی: ۱ / ۳۸۰، ح: ۱۹۸)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التوفی: ۸۵۲ھ): "ضَعِيفٌ جَدًّا"۔ "سخت ضعیف ہے"۔ (تحاف المهرة: ۲ / ۱۰، ح: ۱۰۸۸) "وَهُوَ مَثْرُوكٌ"۔ "یہ متروک ہے"۔ (الدراية في تخریج أحاديث الهداية بتحقیق عبد اللہ هاشم : ۲ / ۲۲۵، تحت الحديث: ۹۳۸)

اور روایت ہذا اسی نسخے سے ہے۔

(چوتھا طریق) امام ابو بکر احمد بن علی الخطیب

عنه سے کوئی ایسی حدیث نہیں روایت کی ہے جس کی اصل دوسرے رواۃ سے بھی ہو۔“ (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۱۵۲/۷، ت: ۸۴۶)

امام احمد النسائی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۳ھ): ”متروک الحدیث“ (الضعفاء والمتروکون بتحقیق محمود ابراہیم، ص: ۸۹، ت: ۵۰۹)

امام ابو احمد بن عدي الجرجاني رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۵ھ): ”وعامة ما يروى عن كثير بن سليم، عن أنس هو هذا الذي ذكرت ولم يبق له إلا الشيء اليسير وهذه الروايات، عن أنس عامتها غير محفوظة“۔ ”عام طور پر جو روایتیں عن كثير، عن أنس کے طریق سے مروی ہیں، وہ وہی ہیں جن کا ذکر میں نے کیا ہے اور اب تھوڑی سی روایتیں ہی باقی ہیں۔ ان روایتوں کا اکثر و بیشتر حصہ غیر محفوظ ہے۔“ (الكامل في ضعفاء الرجال بتحقیق عادل أحمد ورفقاء: ۲۰۰/۷، ت: ۱۶۰۰)

امام علی بن عمر البغدادي الدارقطني رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ): ”ضعیف“۔ (سؤالات السلمي بتحقیق فريق من الباحثين، ص: ۲۷۲، ت: ۳۱۲)

امام ابو بكر احمد بن الحسين البیهقي رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۸ھ) مذکورہ سند کے ساتھ ایک دوسری روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”وَهَذَا لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَ... يَأْتِي بِمَا لَا يَتَّبَعُ عَلَيْهِ“۔ ”یہ حدیث کچھ نہیں ہے اور كثير بن سليم نے ایسی چیزیں روایت کی ہیں جن پر ان کی متابعت نہیں کی جاتی ہے۔“ (شعب الایمان بتحقیق الدكتور عبد العلي: ۸/۸، ح: ۵۴۲۴)

امام ابو الفضل محمد الشيباني، المعروف بابن قيس رانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۰۷ھ): ”متروک الحدیث“ (لذخيرة

سے سخت ضعیف ہے۔“ (سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۱۱۳/۲، ح: ۶۶۰)

(وجه ضعف) روایت ہذا کی سند میں أَبُو سَلَمَةَ كَثِيرُ بْنُ سَلِيمٍ الصَّبَّيُّ الْمَدَائِنِيُّ ہے۔ جو کہ سخت ضعیف، منکر الحدیث راوی ہے۔ بعض ائمہ نے اسے متروک الحدیث بھی کہا ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ): ”ضعیف“۔ (تاریخ ابن معین (روایۃ الدورى) بتحقیق أحمد محمد: ۱۲۲/۳، ت: ۳۴۸۹) ”لا یکتب حدیثہ“۔ ”اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی۔“ (سؤالات ابی عبید الانجری ابا داؤد بتحقیق عبد العليم البستوى: ۶۱/۲، ت: ۱۱۳۰)

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶ھ): ”منکر الحدیث“۔ (التاریخ الكبير بحواشی محمود خليل: ۲۱۸/۷، ت: ۹۵۱)

امام ابو زرعة الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۳ھ): ”واهی الحدیث“۔ (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۱۵۲/۷، ت: ۸۴۶)

”ضعیف الحدیث“۔ (ابو زرعة الرازي وجهوده في السنة النبوية: ۵۳۳/۲)

امام ابو داؤد السجستانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۵ھ): ”ضعیف“۔ (سؤالات الانجری ابا داؤد بتحقیق عبد العليم البستوى: ۶۱/۲، ت: ۱۱۳۰)

امام ابو حاتم محمد بن ادريس الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷ھ): ”ضعیف الحدیث، منکر الحدیث لا يروى عن انس حديثا له اصل من رواية غيره“۔ ”یہ ضعیف الحدیث، منکر الحدیث ہے۔ اس نے انس رضی اللہ

صَلَاتِهِ مَسَحَ جَبْهَتَهُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى، وَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، غَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، اللَّهُمَّ أَذْهَبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحَزْنَ۔

(تخریج) تاریخ واسطہ بتحقیق کورکس عواد، ص: ۱۳۰۔

(حکم حدیث) هذا حديث مرسل واسناده ضعيف۔ ”یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔“ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”هذا إسناد ضعيف مرسل۔“ ”یہ سند ضعیف اور مرسل ہے۔“ (الضعيفة: ۳۷۹/۸، ج: ۳۹۰۳)

(وجه ضعف) روایت ہذا کی سند میں دو عتبات ہیں: (۱) عبسہ بن عبد الواحد الواسطی: اس کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لم أجده۔“ ”میں اس کا ترجمہ نہیں پاسکا۔“ (الضعيفة: ۳۷۹/۸، ج: ۳۹۰۳)

(۲) عمرو بن قیس رحمہ اللہ: آپ تابعی ہیں اور ڈائریکٹ نبی کریم ﷺ سے روایت کر رہے ہیں لہذا روایت مرسل ہے۔

(خلاصۃ التحقیق) فرض نماز کے بعد پیشانی یا سر پر ہاتھ رکھ کر مذکورہ دعاء پڑھنا، نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

(چند صحیح احادیث) زیر بحث روایت کے بالمقابل چند صحیح روایتیں پیش خدمت ہیں:

(۱) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ: اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكَتْ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ قَالَ الْوَلِيدُ: فَقُلْتُ

الحفاظ بتحقيق عبد الرحمن الفيواني: ۳/۷۷۷، ج: ۳۹۸۲ (

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفى: ۸۵۲ھ): ”ضعيف۔“ (تقریب التہذیب بتحقیق محمد عوامہ، ص: ۴۵۹، ت: ۵۶۱۳) ”ونقل تضعيف كثير عن كثير حتى يكاد يكون مثل سلام في الضعف أو أشد۔“ ”کثیر کی تضعیف زیادہ لوگوں سے نقل کی گئی ہے حتیٰ کہ وہ ضعف میں سلام الطویل کے مثل ہو گیا ہے یا اس سے زیادہ۔“ (نتائج الافکار بتحقیق حمدی السلفی: ۳۰۲/۲)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تہذیب الکمال للمزی بتحقیق بشار عواد: ۱۱۸/۲۳، ت: ۴۹۳۳ وغیرہ۔

(تنبیہ) کثیر بن سلیم البصری ابوسلمہ المدائنی اور کثیر بن عبد اللہ الابی السامی الناجی ابوشام البصری، دونوں دو لوگ ہیں جیسا کہ امام دارقطنی، امام مزی اور امام ذہبی۔ رحمہم اللہ۔ وغیرہم نے کہا ہے لیکن بعض ائمہ نے دونوں کو ایک کر دیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھیں: (تہذیب الکمال للمزی بتحقیق بشار عواد: ۱۱۸/۲۳، ت: ۴۹۳۳ و ۱۲۱/۲۳، ت: ۴۹۳۳ وتعليقات الدارقطني على المجروحين لابن حبان بتحقيق خليل بن محمد، ص: ۲۲۳، ت: ۲۹۱، وتاريخ الإسلام بتحقيق بشار عواد: ۳۸۳/۴، ت: ۳۳۰ وغیرہم)

(۲) حضرت عمرو بن قیس رحمہ اللہ کی روایت:

امام ابوالحسن اسلم بن سہل الواسطی رحمہ اللہ (المتوفى: ۲۹۲ھ) فرماتے ہیں:

ثَنَا عَمَّارُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عُبَيْسَةَ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْوَاسِطِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ

لِلْأُوزَاعِيِّ: ”كَيْفَ الِاسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: تَقُولُ: اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ“۔ ”رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین (۳) بار استغفار کرتے تھے اور (اس کے بعد) کہتے تھے کہ: اے اللہ! تو سلام ہے اور تیری ہی جانب سے سلامتی ہے۔ تو بابرکت ہے۔ اے بزرگی اور عزت والے۔

ولید رحمہ اللہ نے کہا: میں نے امام اوزاعی رحمہ اللہ سے پوچھا: نبی کریم ﷺ کیسے استغفار کرتے تھے؟ تو آپ نے کہا: استغفر اللہ، استغفر اللہ۔ (صحیح مسلم: ۵۹۱)

(۲) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ“۔ نبی کریم ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو فرماتے کہ: نہیں ہے کوئی (حقیقی) معبود سوائے اللہ واحد کے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کے لئے بادشاہت اور (ہر قسم کی) تعریف ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو تو دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو نہ دے اسے کوئی دینے والا نہیں اور مالدار کو اس کی مالداری تیرے پاس فائدہ نہیں پہنچا سکتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۹۳)

(۳) سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْلِلُ بِهِنَّ ذُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ“۔ ”رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعہ تہلیل کرتے تھے۔“ وہ کلمات یہ ہیں:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا خَوْفَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ الْبَغْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الْقَنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ“۔ ”نہیں ہے کوئی (حقیقی) معبود سوائے اللہ واحد کے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کے لئے بادشاہت اور (ہر قسم کی) تعریف ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ برائیوں سے بچنا اور نیکی کا حصول، اللہ کی توفیق سے ہی ممکن ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کے لئے نعمت و فضل اور اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی (حقیقی) معبود نہیں۔ ہم اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہیں گرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔“ (صحیح مسلم: ۵۹۴)

ان کے علاوہ اور بھی کئی احادیث ہیں۔ تفصیل کے لئے دعاؤں کی کتب کی طرف رجوع کریں۔۔۔۔۔

(آخری بات) بعض حضرات نے راقم کو بتایا کہ بعض لوگ سر پر ہاتھ رکھ کر: یا قوی۔۔۔ یا قوی۔۔۔ پڑھتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ ان کا ذہن مضبوط اور اچھا ہو جائے گا۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو جان لیں نماز سے فارغ ہونے کے بعد مذکورہ عمل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ، نہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی رسول ﷺ سے۔ اور جو ثابت ہے اسے اوپر ذکر کر دیا گیا ہے لہذا ہمیں چاہئے کہ جو ثابت ہے اس پر عمل کریں۔ واللہ ولی التوفیق۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

میرا گھر نہیں جل سکتا۔۔۔

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

بَيْتِكَ طَفِئْتُ، فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَكُنْ لِيَفْعَلْ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ مَا نَذَرِي أَيَّ كَلَامِكَ أَعْجَب؟ قَوْلُكَ مَا اخْتَرَقَ، أَوْ قَوْلُكَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَكُنْ لِيَفْعَلْ، قَالَ: ذَاكَ لِكَلِمَاتٍ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ هُنَّ حِينَ يُضْبَحُ لَمْ تُصِبْهُ مُصِيبَةٌ حَتَّى يُمْسِيَ، وَمَنْ قَالَ هُنَّ حِينَ يُمْسِي لَمْ تُصِبْهُ مُصِيبَةٌ حَتَّى يُضْبَحَ: اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ عَلَيْنَا تَوَكَّلْتُ، وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ، مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا، إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ"۔

(ترجمہ) طلق بن حبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے ابوالدرداء! آپ کا گھر جلنے والا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا گھر نہیں جل سکتا۔ پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے بھی کہا کہ اے ابوالدرداء! آپ کا گھر جلنے والا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا گھر نہیں جل سکتا۔ پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میں آگ کے پیچھے چلا، جب وہ آپ کے گھر کے پاس پہنچی تو بجھ گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے گھر کو نہیں جلنے دے گا۔ تو ایک

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبى بعده، اما بعد:

محترم قارئین! وائس اپ وغیرہ پر سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ گردش کر رہا ہے جو کہ درج ذیل سرخیوں کے ساتھ ہے:

(۱) حفاظت کی دعاء۔ (۲) حادثات سے بچنے کا وظیفہ۔ جب میرے سامنے یہ واقعہ آیا تو میں نے اس کی تحقیق کی، بعدہ میرے سامنے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ واقعہ ثابت نہیں ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ کیوں نہ اس واقعہ کی مفصل تحقیق عوام کی خدمت میں پیش کی جائے تاکہ وہ بھی اس کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں اور اس پر عمل کرنے سے بچے رہیں۔ اللہ کی توفیق سے اس واقعہ کی مفصل تحقیق پیش خدمت ہے:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الشافعی الطبرانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، ثنا هُذَيْفَةُ بْنُ خَالِدٍ، ثنا أَغْلَبُ بْنُ تَمِيمٍ الْمَسْعُودِيُّ، ثنا الْحَجَّاجُ بْنُ فَرَاغَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ اخْتَرَقَ بَيْتُكَ، فَقَالَ: مَا اخْتَرَقَ بَيْتِي، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ اخْتَرَقَ بَيْتُكَ، فَقَالَ: مَا اخْتَرَقَ بَيْتِي، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ اتَّبَعْتُ النَّارَ فَلَمَّا انْتَهَيْتُ إِلَى

للخراطی بتحقیق ایمن عبد الجابر البحیری، ص: ۲۸۳،
ح: ۸۶۸، والعدة للكرب والشدة لضیاء الدین المقدسی بتحقیق
یاسر بن ابراهیم بن محمد، ص: ۶۸، ح: ۳۰، والعلل المتناهیة فی
الأحادیث الواهیة بتحقیق ارشاد الحق الالوی: ۳۵۲ / ۲،
ح: ۳۰۰ او غیر ہم۔

(حکم حدیث) ”اسنادہ ضعیف جدا“۔ ”اس کی سند
سخت ضعیف ہے۔“

امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی
: ۵۹۷ھ): ”هَذَا حَدِيثٌ لَا يَثْبُتُ“۔ ”یہ حدیث ثابت نہیں
ہے۔“

علامہ البانی رحمہ اللہ: ”ضعیف جدا“۔ (الضعیفہ:
۹۳۹ / ۱۳، ح: ۶۴۲۰)
شیخ سلیم ہلالی حفظہ اللہ: ”إسناده ضعيف جدًا“۔
(فی تحقیق عمل الیوم والليلة لابن السنی)

(وجه ضعف) روایت ہذا میں ”أَغْلَبَ بَنُ تَمِيمٍ
الْمَسْعُودِيُّ الْبُضْرِي“ ہے جو کہ سخت ضعیف، منکر الحدیث
راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:
امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۴۳ھ)
: ”قد سمعت منه وليس بشيء“۔ ”میں نے اس سے سنا
ہے، یہ کچھ نہیں ہے۔“ (تاریخ ابن معین (روایۃ الدوری) بتحقیق
احمد محمد: ۱۴۷ / ۳، ت: ۳۵۱۳) ”لا شيء“۔ (الجرح و
التعديل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۳۴۹ / ۲، ت: ۱۳۲۳
، واسنادہ صحیح)

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶ھ)
: ”منكر الحديث“۔ (التاریخ الکبیر بحواشی محمود خلیل:
۷۰ / ۲، ت: ۱۷۲۰)

امام ابوعبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ

آدمی نے کہا: اے ابوالدرداء! ہم نہیں جانتے کہ آپ کا کونسا
کلام زیادہ اچھا ہے؟ آپ کا قول: نہیں جل سکتا ہے یا آپ کا
قول: اللہ تعالیٰ میرے گھر کو جلنے نہیں دے گا۔ آپ رضی اللہ
عنہ نے فرمایا: یہ (یعنی آگ کا میرے گھر کو نہ چھونا) ان کلمات
کی وجہ سے ہے جن کو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ
(آپ نے فرمایا): جس نے صبح کے وقت یہ دعاء پڑھی تو اس کو
شام تک کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی اور جس نے شام کو یہ دعاء
پڑھی تو اس کو صبح تک کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی:

”اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ،
وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ، مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ
يَكُنْ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ
بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا،
إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“۔ ”اے اللہ تو ہی میرا رب
ہے، تیرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔ میں تجھ ہی پر بھروسہ کرتا
ہوں اور تو ہی عرش کریم کا رب ہے۔ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا
ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا ہے۔ اللہ کی توفیق و مدد کے
بغیر کسی گناہ سے بچنے کی طاقت اور کوئی نیکی کرنے کی قوت نہیں
ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کو
اس کے علم نے گھیر رکھا ہے۔ اے اللہ! میں اپنے نفس کے شر
سے اور زمین میں ہر چلنے والے (جاندار) کے شر سے تیری پناہ
چاہتا ہوں، جس کی پیشانیوں کو تو پکڑے ہوئے ہے۔ بلاشبہ میرا
رب سیدھے راستے پر ہے۔“

(تخریج) الدعاء بتحقیق محمد سعید البخاری، ص:
۹۵۳، ح: ۳۴۳، واللفظ له وعمل الیوم والليلة بتحقیق الہلالی:
۱۰۶ / ۱، ح: ۵۸، والترغیب والترہیب للاصباحی بتحقیق ایمن
بن صالح بن شعبان: ۲۳۳ / ۱، ح: ۳۴۰، و مکارم الأخلاق

(التوفی: ۳۰۳ھ): ”ضعیف“۔ (الضعفاء والمتروكون بتحقیق محمود ابراہیم زاید، ص: ۲۰، ت: ۶۱)

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (التوفی: ۳۵۴ھ): ”منکر الحدیث، یروی عن الثقات ما لیس من حدیثهم حتی خرج عن حد الإحتجاج به لکثرة خطئه“۔ ”یہ منکر الحدیث ہے، اس نے ثقات سے ایسی چیزیں روایت کی ہیں جو ان کی احادیث میں سے نہیں ہیں حتیٰ کہ یہ احتجاج کی حد سے نکل گیا کثرت خطا کی وجہ سے“۔ (المجروحین بتحقیق محمود ابراہیم، ۱/۱۷۵، ت: ۱۰۹)

امام ابو احمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۶۵ھ): ”وهذه الأحادیث التي أفلنيتها مع أحادیث له سواها غامتها غیر محفوظة إلا أنه من جملة من یکتب حدیثه“۔ ”میری املا کردہ احادیث اور ان کے علاوہ جو احادیث ہیں، ان میں سے اکثر و بیشتر احادیث غیر محفوظ ہیں، مگر یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے“۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال بتحقیق عادل أحمد ورفقاء: ۲/۲۲۹، ت: ۲۲۹)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (التوفی: ۷۴۸ھ): ”وا“۔ ”سخت ضعیف ہے“۔ (المقتنی فی سرد الکنی بتحقیق محمد صالح: ۱/۹۳، ح: ۱۶۷۵)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التوفی: ۸۵۲ھ): ”ضعیف جداً“۔ ”سخت ضعیف ہے“۔ (نتائج الأفكار بتحقیق حمدی السلفی: ۲/۲۶۶) نیز دیکھیں: لسان المیزان بتحقیق عبدالفتاح: ۲/۲۱۵، ت: ۱۳۱۰، وغیرہ۔

اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(تنبیہ نمبر: ۱) کتاب الدعاء للطبرانی کے محقق محمد سعید البخاری - حفظہ اللہ - سند میں مسعودی کو شعوزی سے بدل کر

حاشیہ میں رقمطراز ہیں: ”فی الاصل: المسعودی و التصحیح من کتب الرجال“۔ ”اصل نسخے میں: المسعودی ہے اور جو متن میں صحیح کیا گیا ہے وہ اسماء الرجال کی کتابوں سے صحیح کیا گیا ہے“۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ کئی ائمہ نے اسے شعوزی کہا ہے لیکن کئی ائمہ نے اسے مسعودی بھی کہا ہے، ان کے نام پیش خدمت ہیں:

(۱) امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (التوفی: ۲۳۳ھ): ”أغلب بن تمیم المسعودی“۔ (تاریخ ابن معین (روایۃ الدور) بتحقیق احمد محمد: ۳/۳۱۶، ت: ۳۵۷۱)

”أغلب بن تمیم المسعودی“۔ (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۲/۳۴۹، ت: ۱۳۲۳)

(۲) امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقلمی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۲۲ھ): ”أغلب بن تمیم الکندي، ويقال المسعودي“۔ (الضعفاء الكبير بتحقیق عبد المعطي: ۱/۱۷۵، ت: ۱۴۰)

(۳) امام ابو محمد عبد الرحمن بن ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۲۷ھ): ”أغلب بن تمیم بن النعمان المسعودي بصري“۔ (الجرح و التعديل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۲/۳۴۹، ت: ۱۳۲۳)

(۴) امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (التوفی: ۷۴۸ھ): ”أغلب بن تمیم المسعودي البصري“۔ (تاریخ الإسلام بتحقیق بشار عواد: ۳/۸۱۳، ت: ۲۲)

اب رہا مسئلہ یہ کہ ہو سکتا ہے کوئی کہے کہ کئی راویوں نے بھی اس کو اشعوزی کہا ہے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال بتحقیق عادل احمد ورفقاء: ۲/۱۱۹، ت: ۲۲۹) تو اس کی بابت عرض ہے کہ کئی راویوں نے اسے مسعودی بھی کہا ہے۔ ان کے نام پیش خدمت ہیں:

(۱) حافظ ہدایت بن خالد القیس رحمہ اللہ۔ (الدعاء للطبرانی بتحقیق البخاری، ص: ۹۵۳)

(۲) امام ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المقدسی رحمہ اللہ۔ (میزان الاعتدال بتحقیق الجاوی: ۸۳/۳، ت: ۸۳۹۵)

خلاصۃ الحجۃ یہ ہے کہ اگر کسی سند میں مسعودی ہے تو اسے شعوزی سے نہیں بدلا جائے گا کیونکہ محدثین کرام نے دونوں نسبتیں بیان کی ہیں۔

(تعمیہ نمبر: ۲) کتاب الدعاء للطبرانی بتحقیق سعید البخاری میں: ”طَفِیْثٌ“ لکھا ہوا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح: ”طَفِیْثٌ“ ہے۔

(تعمیہ نمبر: ۳) امام ابو الفضل عبد الرحیم بن الحسین العراقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۰۶ھ) مذکورہ روایت پر حکم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں: ”آخر جہ الطبرانی فی الدعاء من حدیث ابی الذر داء بسند ضعیف“۔ ”امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تخریج ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کی ہے ضعیف سند کے ساتھ“۔ (المغنی عن حمل الأسفار فی الأسفار، ص: ۳۷۵)

اس قول کو نقل کرنے کے بعد شیخ سلیم الہدالی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: قلت: ”إسناده ضعیف جداً، أفتہ الأغلب بن تمیم، فإنه واہ بمرة“۔ ”میں کہتا ہوں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے، اس کی وجہ اغلب بن تمیم ہے کیونکہ وہ سخت ضعیف ہے“۔ (فی تحقیق عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی)

روایت ہذا کی ایک شاہد بھی ہے لیکن وہ بھی ناقابل التفات ہے۔ تفصیل پیش خدمت ہے:

امام ابو محمد حارث بن محمد البغدادی، المعروف بابن ابی اسامہ رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۸۲ھ) فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، ثنا مَعْنَانُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ، عَنْ

الْحَسَنِ قَالَ: ”كُنَّا جُلُوسًا مَعَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَانِي فَقِيلَ لَهُ: أَذْرَكَ فَقَدْ اخْتَرَقْتَ دَارَكَ، فَقَالَ: مَا اخْتَرَقْتُ دَارِي، فَذَهَبَ ثُمَّ جَاءَ فَقِيلَ لَهُ: أَذْرَكَ دَارَكَ فَقَدْ اخْتَرَقْتَ، فَقَالَ: لَا وَاللَّهِ مَا اخْتَرَقْتُ دَارِي، فَقِيلَ لَهُ: يُقَالُ لَكَ قَدْ اخْتَرَقْتَ دَارَكَ، فَتَخَلَّفَ بِاللَّهِ مَا اخْتَرَقْتَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ”مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ: إِنَّ رَبِّيَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَا يَكُونُ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا، أَعُوذُ بِاللَّهِ يَمْسُكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ رَبِّي أَحْذَرُ بِنَاصِيَّتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - لَمْ يَزَلْ يَوْمَئِذٍ فِي نَفْسِهِ وَلَا أَهْلِهِ وَلَا مَالِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ، وَقَدْ قُلْتُهَا الْيَوْمَ (ثُمَّ قَالَ: انْهَضُوا بِنَا. فَقَامُوا وَقَامُوا مَعَهُ، فَانْتَهَوْا إِلَى دَارِهِ، وَقَدْ اخْتَرَقَ مَا حَوْلَهَا، وَلَمْ يَصْنَعْهَا شَيْءٌ)“۔ (ترجمہ) حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک صحابی رسول - ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے صحابی رسول - ﷺ سے کہا کہ آپ اپنے گھر جائیے کیونکہ آپ کا گھر جلنے والا ہے تو انہوں نے کہا: میرا گھر نہیں جل سکتا لہذا وہ آدمی چلا گیا۔ پھر وہ آیا اور اس نے صحابی رسول - ﷺ سے کہا: آپ اپنے گھر جائیے کیونکہ آپ کا گھر جلنے والا ہے تو آپ نے فرمایا: نہیں! اللہ کی قسم! میرا گھر نہیں جل سکتا۔ تو آپ سے کہا گیا کہ آپ سے کہا جاتا ہے کہ آپ کا گھر جلنے والا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میرا گھر نہیں جل سکتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص صبح کے وقت یہ دعاء

وغیرہما۔

(حکم حدیث) ”اسنادہ ضعیف جدا“۔ ”اس کی سند سخت ضعیف ہے“۔

(وجہ ضعف) روایت ہذا میں دو علتیں ہیں:

(۱) معان أبو عبد اللہ: اس کی بابت جرح و تعدیل کا کوئی کلمہ نہیں مل سکا۔

امام ابو الفضل عبد الرحیم بن احسین العراقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۰۶ھ) فرماتے ہیں: ”قَالَ الْخَافِضُ سَعْدُ الدِّينِ الْخَارِثِيُّ فِي عَوَالِي يَزِيدَ بْنِ هَازُونَ: مَعَانٍ لَسْتُ أَعْرِفُهُ“۔ حافظ سعد الدین الخارثی رحمہ اللہ یزید بن ہازون کی عوالی میں فرماتے ہیں کہ معان کو نہیں جانتا ہوں۔ (ذیل میزان الاعتدال بتحقیق علی وعادل، ص: ۱۹۳، ت: ۶۹۱)

(۲) زجل: سند میں اس کا نام نہیں لیا گیا ہے لہذا یہ مجہول العین ہے۔

(فائدہ) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”زَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الدُّعَاءِ مِنْ وَجْهِ أَخْرَجَ، وَاسْمُ الرَّجُلِ الصَّحَابِيِّ أَبَا الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَفْسَرَهُ الْمُتَّبِعُهُمْ هُنَا، فَإِنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَجَالِسْ أَبَا الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ“۔ ”امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (اپنی کتاب) الدعاء میں، دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور صحابی رسول کا نام ابو الدرداء بتلایا ہے اور یہاں (یعنی زیر بحث روایت میں) مبہم کی تفسیر اس سے کرنا درست نہیں ہے کیونکہ حسن بصری رحمہ اللہ نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی مجالست نہیں اختیار کی ہے۔“ (المطالب الغالية بزواید المسانيد الثمانية بتحقيق احمد بن محمد: ۱۰۹/۱۳، تحت الحديث: ۳۳۵۰)

اور اپنی ایک دوسری کتاب میں فرمایا: ”وهذا السند ضعيف من أجل الرجل المبهم، ويعد تفسير الصحابي

پڑھے گا: ”إِنَّ رَبِّيَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَا يَكُونُ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا، أَعُوذُ بِاللَّهِ يُمْنِيكَ السَّمَاءُ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ رَبِّي أَخَذَ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“۔ ”بلاشبہ میرا رب اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا ہے۔ اللہ کی توفیق و مدد کے بغیر کسی گناہ سے بچنے کی طاقت اور کوئی ٹیکل کرنے کی قوت نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کو اس کے علم نے گھیر رکھا ہے۔ میں اس ذات کی پناہ چاہتا ہوں جو زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر وہ گر نہ پڑے اور زمین میں ہر چلنے والے (جاندار) کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، میرا رب ان کی پیشانیوں کو پکڑے ہوئے ہے۔ بلاشبہ میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔“

”تو وہ اس دن اپنے نفس، اہل و عیال اور مال میں ایسی چیز نہیں دیکھے گا جو اسے ناپسند ہو اور آج میں نے اس دعاء کو پڑھا تھا۔ پھر آپ نے کہا: تم لوگ ہمارے ساتھ کھڑے ہو (اور ہمارے گھر چلو)۔ تو صحابی رسول اور وہاں موجود سارے لوگ کھڑے ہوئے اور ان کے گھر پہنچے۔ (تو ان لوگوں نے دیکھا کہ) ان کے گھر کے ارد گرد کی چیزیں جل چکی ہیں لیکن ان کے گھر کو کچھ نہیں ہوا ہے۔“

(تخریج) بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث للهيتمي بتحقيق حسين أحمد: ۹۵۳/۲، ح: ۱۰۵۲، واللفظ له وعمل اليوم والليلة بتحقيق الهاللي: ۱۰۶/۱، ح: ۵۹، والزيادة له

میں نقل کی ہے اور اس پر کوئی تعاقب نہیں کیا ہے بلکہ یہ کہا کہ
”وَأُظْهِرَ مَعَانَ بْنَ رِفَاعَةَ“۔ ”میں سمجھتا ہوں کہ یہ معان بن
رفاعہ ہے۔“

اس پر تعاقب کرتے ہوئے شیخ سلیم الہلالی حفظہ اللہ
فرماتے ہیں: ”احتمال بعید فلم يذكر في الرواة عنه يزيد
بن هارون“۔ ”یہ بعید احتمال ہے کیونکہ ان سے روایت کرنے
والے رواۃ میں یزید بن ہارون کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔“

نیز۔ راقم کے علم کی حد تک۔ جرح و تعدیل کے کسی بھی امام
نے ان کی (یعنی ابن رفاعہ) کنیت ابو عبد اللہ نہیں بتلائی ہے لہذا
یہ گمان صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ سلیم بن عید الہلالی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ”هكذا
في ”ل“ و”م“، وفي ”هـ“: ”عفان“، وفي ”نناجج
الأفكار“ (۳۰۴/۲): ”معاذ بن عبد الله“. قلت:
والصواب: ”معان أبو عبد الله“؛ كما هو مثبت.“۔
”جس نسخے کو میں نے لام اور میم سے تعبیر کیا ہے ان میں معان
ہی ہے اور جس نسخے کو ہ سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں عفان ہے
اور نتائج الافکار میں معاذ بن عبد اللہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ
درست معان ابو عبد اللہ ہے جیسا کہ وہ ثابت ہے۔“ (عمل اليوم
والليلة بتحقيق الهاللي: ۱۰۶/۱، تحت الحديث: ۵۹)

المطالب العاليه (جزء: ۱۳) کے محقق۔ حفظہ اللہ۔
فرماتے ہیں: ”في النسخ معاذ وهو خطأ والتصويب من
لسان الميزان وفي بغية الباحث (۱۰۵۸) معاذ وفي
نتائج الأفكار (۳۰۳/۲)، من طريق الحارث: معاذ بن
عبد الله“۔ ”نسخوں میں معاذ ہے اور یہ غلط ہے۔ لسان
الميزان سے اس کو درست (کر کے معان) کیا گیا ہے۔ بغیہ
الباحث میں: معاذ اور نتائج الافکار میں امام حارث کے طریق
سے ہی معاذ بن عبد اللہ ہے۔“ (المطالب العاليه بزوائد المسانيد

المذكور بأبي الدرداء لأن الحسن البصري لم يلقه،
قال أبو زرعة الرازي: الحسن عن أبي الدرداء
مرسل“۔ ”یہ سند مبہم آدمی کی وجہ سے ضعیف ہے اور مذکورہ
صحابی کی تفسیر ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کرنا بعید ہے کیونکہ حسن
بصری رحمہ اللہ نے ان سے ملاقات نہیں کی ہے۔ امام ابو زرعہ
الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسن کی ابو الدرداء سے روایت
مرسل ہے۔“ (نتائج الأفكار بتحقيق حمدى السلفي: ۳۲۸/۲)
اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(تنبیہ نمبر: ۱) بغیۃ الحارث میں: ”معاذ“ ہے جو کہ صحیح نہیں
ہے۔

علماء کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو الفضل عبد الرحیم بن الحسین العراقی رحمہ اللہ
(المتوفی: ۸۰۶ھ) فرماتے ہیں: ”معان أبو عبد الله ولم
ينسب، روى يزيد بن هارون عنه قال حدثني رجل عن
الحسن قال كنا جلوسا عند رجل من أصحاب رسول
الله صلى الله عليه وسلم قال فقيل له أذكر دارك فقد
احتترقت دارك فقال ما احترقت داري. قال الخافض
سعد الدين الحارثي في عوالي يزيد بن هارون: معان
لست أعرفه“۔ ”معان ابو عبد اللہ، اس کی نسبت نہیں کی گئی
ہے۔ یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے اس سے روایت کیا ہے، اس
نے کہا: مجھ سے بیان کیا ایک آدمی نے، اس نے حسن بصری
سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: کہ ہم ایک صحابی کے پاس
۔۔۔ حافظ سعد الدین الحارثی رحمہ اللہ یزید بن ہارون کی عوالی
میں فرماتے ہیں کہ میں معان کو نہیں جانتا ہوں۔“ (ذیل میزان
الاعتدال بتحقيق على وعادل، ص: ۱۹۳، ت: ۶۹۱)

ہو، یہی چیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ)
نے بھی لسان الميزان (بتحقيق ابى غدة: ۹۸/۸، ت: ۷۸۰)

الثَّانِيَةِ بِتَحْقِيقِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ: ۱۰۹ / ۱۴، تحت الحديث: (۳۴۵۰)

(تنبیہ نمبر: ۲) شیخ سلیم الہمالی اور شیخ احمد بن محمد حفظہما اللہ فرماتے ہیں کہ نتائج الافکار میں معاذ بن عبد اللہ ہے جبکہ نتائج الافکار بتحقیق حمدی السلفی میں معاذ ابو عبد اللہ ہے۔ میں یہ نہیں جان سکا کہ دونوں شیوخ نے کس چیز کو سامنے رکھ کر یہ بات کہی ہے۔

(تنبیہ نمبر: ۳) بغیۃ الباحث کے محقق - حفظہ اللہ - فرماتے ہیں کہ معاذ ابو عبد اللہ، یہ معاذ بن اسد المروزی، کاتب ابن المبارک ہیں جو کہ ثقہ راوی ہیں۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ معاذ، یہ سند میں غلطی ہے۔ صحیح معان ہے جیسا کہ علماء کرام نے فرمایا ہے۔ لہذا معاذ المروزی کی تعین صحیح نہیں ہے۔

(فائدہ نمبر: ۴) شیخ سلیم الہمالی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ”إسناده ضعيف؛ من أجل الرجل المبهم، ومعان أبو عبد الله؛ لا يعرف ولا يشهد له ما قبله؛ لضعفه الشديد“۔ ”اس کی سند مبہم آدمی اور معان ابو عبد اللہ جو نہیں پہچانا جاتا ہے، کی وجہ سے ضعیف ہے اور سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی (یعنی مذکورہ روایت کی) شاہد بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے کیونکہ وہ سخت ضعیف ہے۔“ (فی تحقیق عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں دو مجہول العین راوی ہیں اور جس سند میں دو مجہول العین راوی ہوں، اس کو فقط ضعیف کہنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ علماء جرح و تعدیل جانتے ہیں۔

(تنبیہ نمبر: ۵) شیخ حمدی السلفی حفظہ اللہ مذکورہ روایت پر حاشیہ لگاتے ہوئے فرماتے ہیں: ”رواه النسائي في عمل الیوم واللیلۃ (۵۸)۔“ ”اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے

عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا ہے۔“

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ شیخ کو وہم ہو گیا ہے یا سبقت قلم ہے کیونکہ یہ روایت عمل الیوم واللیلۃ للنسائی میں نہیں ہے بلکہ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی میں ہے۔

(تنبیہ نمبر: ۶) المطالب العالیہ میں ہے کہ: ”وَقَالَ الْحَارِثُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، ثنا (معان) أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ، عَنِ الْحَسَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا مَعَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔۔۔“

راقم کہتا ہے کہ ”عن الحسن رضي الله عنه“ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں بلکہ یہ حسن بصری رحمہ اللہ ہیں۔ دیکھیں: (نتائج الافکار بتحقیق حمدی السلفی: ۲۲۷/۲)

(خلاصۃ المبحث) سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ والا یہ واقعہ ثابت نہیں ہے۔

(ایک صحیح نعم البدل)

محترم قارئین! اخیر میں ایک دعا آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ جو کوئی بندہ اس دعا کا اہتمام کرے گا، اللہ اسے ناگہانی مصیبتوں سے بچائے گا۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے یہ دعا تھی: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ، وَفَجَاءَةِ نِقْمَتِكَ، وَجَمِيعِ سَخَطِكَ“۔ ”اے اللہ! بلاشبہ میں، تیری نعمت کے زائل ہو جانے، تیری عافیت کے پھر جانے، اچانک تیرے عذاب کے آجانے اور تیری ہر طرح کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں۔“ (صحیح مسلم: ۲۷۳۹)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

دسمبر کا سالہ میں

اسلامک انفارمیشن سینٹر

کی جانب سے منعقد کیے گئے پروگرامز کی ایک جھلک

[illegible][illegible]

www.KitaboSunnat.com www.KitaboSunnat.com www.KitaboSunnat.com

سود اور اس کی مختلف شکلیں

سید محمد زکریا علیہ الرحمہ

سود اور اس کی مختلف شکلیں

SOD

AUR USKI MUKHTALIF SHAKLEN

بیت محمد بن عبدالمطلب علیہ السلام

24.12.2017

SUNDAY

2650340400 64287977

800 800 811 802

www.KitaboSunnat.com






جائزہ تربیتی پروگرام

پاری سے موت • جائزہ سے قریت تک

مرحوم علامہ

فی الحقیقت اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے فی الحقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم



JANANAH TARBIIYATI PROGRAM

TOPIC

- DIMARI SE MAUT TAK
- JANANAH SE TAKAZIYAT TAK

HIGHLIGHT

- SHAHAK KIPATYATULLAH SANABILI
- SHAHAK SHAFEEQ AHMED MUHAMMADI

پروگرام ۲۰۲۳ء کی تاریخیں: ۲۰ تا ۲۲ مارچ ۲۰۲۳ء
 ۲۰ تا ۲۲ مارچ ۲۰۲۳ء کی تاریخیں: ۲۰ تا ۲۲ مارچ ۲۰۲۳ء






[illegible][illegible][illegible]

DATE
16.12.2017
SATURDAY

TUNE
AFTER ISHA

**WEEKLY
DARS**

ASHRAF & MUABAS SHERAF SERIES

SEERAT E ASHRAF & MUABAS SHERAF

4

سیرت علی بن ابی طالب

**SEERAT-E-ALI
IBN-E-TALIB**

SHAIKH SHA FAHAD SANABULI

AT : MUASID KHL & HADIES
MAROL GAON, ANDHERI (E)

Islamic Information Center

Islam Online

MOBILE APP

Available on Google Play

©2017 - Islamic Center of Asia and Muslim World, Mumbai - Pakistan. All rights reserved.

THE NUBARA'S SECRET APP - SEARCH AND DOWNLOAD

اے کہ روزِ موت کی آوازیں
اجتماع
والدین کی قدر کرو۔۔۔
WALEDIN KI QADR KARO...
حافظ نیاز احمد سانابلی
Hafiz Niyaaz Ahmad Sanabali

10.12.2017
SUNDAY
Sahar-e-Subhan
Gala
Aftab-e-Azadi
Khat-e-Nabi

GALA HQ & SPALITE CHANDLER,
BEGUN ROAD, HOSAINPUR (JAIL
OFF ROADSIDE), PATT ROAD,
MUKLA WEST, MINHAR - REGISTED

For more information visit our website
www.hafizniyaazahmad.com

KDR 2450080064269999
REG 9828018682

© Hafiz Niyaaz Ahmad Sanabali
All rights reserved.

پیشکش کنندہ
مفتی محمد امجد علی صاحبزادہ
بیت الاحسان، کلاں روڈ، لاہور

© Hafiz Niyaaz Ahmad Sanabali
All rights reserved.

[illegible]



ماہنامہ اہل السنۃ



مختصر دروس حدیث

فہم سلف کی روشنی میں اتباع کتاب و سنت کی دعوت

صحیح احادیث کی اشاعت اور ضعیف احادیث کی نشاندہی

اختلافی مسائل پر مدلل تجزیات

خطبات جمعہ و موسمی دروس و تقاریر کے لئے نصوص و مواد کی ترتیب

علوم الحدیث پر معیاری مضامین

بے پناہ گہرائی، انوکھے اسالیب، سنجیدہ افکار، معیاری مقالات اور منہجی توضیحات
ایک مکمل تحقیقی کورس پڑھنے کے لئے آج ہی ممبر بنیں۔

SIRF RS. 300/- (SALANA/YEARLY)

AHLUS SUNNAH MONTHLY URDU MAGAZINE GHAR BAITHE HASIL KAREN

SUBSCRIBE KJIYE IS LINK PAR :- www.islamsmessage.com/donate/

For Bank Transfer

Bank Name : ICICI Bank (Savings)
Account Name : ILM Foundation
Account Number : 102801002071
IFSC Code : ICIC0001028
MCR Code : 400229097
Branch : Andheri Link Road,
Mumbai

For Transfer Through PayTm



PayTm Number 8291063765

Ya Phir Hameln Contact Karen

+91 8080807836
+91 8291063765
+91 8291063785

If Undelivered Please Return To

To,

Book Post



Ahl us Sunnah

Islamic Information Centre

Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kuria Nursing Home,
Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kuria (West), Mumbai - 400070.
Ph. 26 500 406 / 64269999